ڈاکٹرادیبہ صدیقی

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقطاع وعطایا کے معاشی اثرات کا جائزہ

سیاست، معاشرت اور معیشت بنیادی شعبہ جات زندگی ہیں۔ ان تینوں شعبہ جات زندگی میں سے معیشت کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ دنیا کی کوئی بھی تہذیب، نظریہ یا نظام معیشت کی اہمیت سے انکار نہیں کرسکتا، بل کہ معیشت کو انسان کی زندگی کا سب سے بڑا بنیادی مسئلہ قرار دیا گیا ہے اور اسی بنیاد پر تمام نظاموں کی تعمیر ہوئی ہے۔ جیسے سرمایہ دارانہ نظام یا سیکولرزم یا اشتراکی نظام۔ ان دونوں کی بنیاد معاشی نظام ہے اور اسی معاشی نظام کی وجہ سے گزشتہ صدی میں تاریخ کی دو بدترین اور عظیم جنگیں لڑی گئیں جس کے نتیجے میں کروڑوں انسان لقمۂ اجل بن گئے۔ ان سب کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کے دیگر نظاموں میں معیشت اور اس کی سرگرمیوں پر غیر ضروری توجہ اور اہمیت دی جاتی ہے، جب کہ اس کے برعکس اسلام معیشت کو اہمیت ضرور دیتا ہے مگر وہ اسے انسانی زندگی کا اہم مسئلہ قرار نہیں دیتا۔ اسلام کے نزدیک یہ دنیا درحقیقت ایک مرحلہ ہے، جو اُسے آخرت کی زندگی تک لے جاتا ہے، لہٰذا آخرت کی زندگی کے مقابلے میں دنیا کو اہمیت دینا اور اسے حاصل کرنے کے لیے تگ و دو کرنا اور اپنی ساری توانائیاں صرف کرنا اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔(۱)

چناں چہ یہ کہنا درست ہوگا کہ اسلام میں معیشت زندگی گزارنے کا ایک ذریعہ ہے اور زندگی کے مختلف شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے جو اہم تو ضرور ہے، پر مقصدِ زندگی نہیں۔

اسلامی معاشی نظام یا اسلام کی معاشی تعلیمات پر مزید بات کرنے سے پہلے ہم مختصر طور پر لفظِ معاشیات اور معیشت کا جائزہ لیتے ہیں اور اس کا مفہوم جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

معاشیات کا لفظ عاش، یعیش اور عیشۃ سے ماخوذ ہے اور اس کا مصدر ''عیش'' (ع۔ی۔ش)

ہے، جو کہ خوراک، زندگی اور رزق کے معنوں میں آتا ہے۔ ابن منظور (۶۳۰-۷۱۱ھ) لسان العرب میں ''عیش'' کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

العیش: الحیاۃ، عاش، یعیش عیشا وعیشۃ والمعیشۃ: مایعاش بہ (۲)

عیش سے مراد زندگی ہے۔ یہ عَاشَ، یَعِیْشُ، عِیْشًا اور عِیْشَۃً سے بنا ہے اور معیشت کے معنی وہ ذرائع یا وسائل ہیں جن سے زندگی بسر کی جاسکے۔

القاموس المحیط کے مصنف عیش کے معنی بیان کرتے ہیں:

المعیشۃ التی تعیش بھا من المطعم والمشرب وماتکون بہ الحیاۃ ومایعاش بہ (۳)

معیشت سے مراد کھانے پینے کے وہ ذرائع ہیں جن پر زندگی کا انحصار ہوتا ہے اور جن کی بہ دولت زندگی بسر کی جاتی ہے۔

امام راغب اصفہانی العیش کی تعریف میں لکھتے ہیں:

العیش: الحیاۃ المختصۃ بالحیوان وھو أخص من الحیاۃ لأن الحیاۃ تقال فی الحیوان وفی الباری تعالیٰ، وفی الملک ویشتق منہ المعیشۃ لما یتعیش منہ (۴)

العیش وہ زندگی ہے جو حیوانات کے ساتھ خاص ہے اور یہ لفظ الحیاۃ کے مقابلہ میں خاص ہے کیوں کہ الحیاۃ کا لفظ حیوان، باری تعالیٰ اور ملائکہ سب کے لیے استعمال ہوتا ہے اور عیش سے لفظ معیشت ماخوذ ہے جس سے مراد وہ تمام وسائل جن سے زندگی بسر کی جاتی ہے۔

چناں چہ معیشت سے مراد وہ سامانِ زندگی اور ذرائع جو زندگی گزارنے کے لیے ضروری ہوں۔ اس میں وہ جدوجہد بھی شامل ہے، جو ان ذرائع کو حاصل کرنے کے لیے کی جاتی ہے، جیسے کہ ابن خلدون بیان کرتے ہیں:

اَلْمَعَاشُ ھُوَ عِبَارَۃٌ عَنِ ابْتِغَاءِ الرِزقِ وَالسَّعیِ فِی تَحْصِیلِہ (۵)

معاش عبارت ہے اس جدوجہد سے جو رزق حاصل کرنے اور اس کے ڈھونڈنے کے لیے کی جاتی ہے۔

معاشیات کے مفہوم پر بحث کرنے سے یہ واضح ہوگیا ہے کہ معاشیات اُس علم کا نام ہے جو زندگی اور اس کے اسباب وذرائع سے متعلق ہے، جس میں ذرائع آمدن، معیشت اور دوسرے اسبابِ زندگی کے حصول کے طریقوں سے بحث کی جاتی ہے۔

جہاں تک اسلامی معاشیات کا تعلق ہے حسن الزمان اپنے مقالے Definition of Islamic Economics میں لکھتے ہیں:

> Islamic economics is the knowledge and applications of injunctions and rules of the shari'ah that prevent injustice in the acquisition and disposal of material resources in order to provide satisfaction to human beings and enable them to perform their obligations to Allah and the Society (6)

> اسلامی معاشیات سے مراد شریعت کے وہ قواعد اور احکامات ہیں، جن کے ذریعے ناانصافی کے ذریعے سے حاصل ہونے والی مادی وسائل کو روکا جاتا ہے اور مادی وسائل کے حصول کا انتظام اس طرح سے کیا جاتا ہے جو انسانوں کو نہ صرف مطمئن کرتا ہے، بل کہ انہیں اس قابل بناتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور معاشرے کی طرف سے عائد ذمے داریوں کی ادائیگی کر سکے۔

اسلامی معاشیات سے متعلق دوسری تعریف محمد اکرم خان اپنے مقالے "The Islamic Economics Nature and Need" میں لکھتے ہیں:

> Islamic economics aims at the study of human falah achived by organising the resources of earth on the basis of cooperation and participation (7)

> معاشیاتِ اسلام کا مقصد انسانی فلاح کا مطالعہ کرنا ہے، جو کہ باہمی تعاون اور شرکت کی بنیاد پر زمینی وسائل کو منظم کرتا ہے۔

ان تعریفوں کے مطابق اسلامی معاشیات کے تمام اصول قرآن وسنت سے مستنبط کیے گئے ہیں، جن میں معاشی بے انصافی کا خاتمہ، زمینی وسائل کا صحیح تصرّف اور انسان کا اپنے معاشرے کی طرف کچھ فرائض کا تعین کیا گیا ہے، تاکہ انسان کی زندگی گزارنے کا مقصد صرف اپنی آسائشوں کا

حصول اور ذاتی خواہشات کی تسکین نہ ہو، بل کہ معاشرے اور دوسرے افراد کی طرف جو اس کے فرائض ہیں، وہ اُسے بھی ادا کرے۔

اسلامی معیشت اور اس کا نظام ایک نہایت تفصیل طلب موضوع ہے۔ اس موضوع پر بہت طویل وضخیم کتابیں تحریر کی گئیں ہیں، اس لیے اس پر جتنی بھی بحث کی جائے وہ ناکافی ہے، چناں چہ ہم نے معیشت کے تعارف کو مختصراً بیان کیا ہے، تاکہ مذکورہ باب جو اِقطاع وعطایا کے معاشی اثرات سے متعلق ہے، اس پر بحث کرنے سے قبل ہم اسلامی معاشیات اور اس کے تصور کو جان سکیں اور آگے جا کر ہمیں عہد نبوی ﷺ میں اِقطاع وعطایا اور معیشت میں ان کے کردار واثرات کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

دنیا کی تاریخ میں جتنی بھی جنگیں لڑی گئیں ہیں اُن میں سے اکثریت کا مقصد دوسرے ملک کی زمین اور اس کے وسائل وپیداوار پر قابض ہوجانا تھا، کیوں کہ زمین معاشی نظام کا سب سے اہم عاملِ پیدائش ہے۔ زمین اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں میں سے ایک ایسی نعمت ہے، جس سے رہائش کے ساتھ ساتھ رزق کو حاصل کرنے کے مواقع بھی میسر ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قران مجید میں فرماتا ہے:

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ (۸)

اور بے شک ہم نے زمین میں تمہارا ٹھکانہ بنایا اور اس میں تمہارے لیے اسبابِ معیشت پیدا کیے مگر تم بہت ہی کم شکر بہ جالاتے ہو۔

اسی وجہ سے اسلامی معاشیات ہو یا جدید معاشی نظریہ، دونوں کے نزدیک عاملینِ پیدائش میں زمین اہم ترین عاملِ پیدائش ہے، کیوں کہ انسان کی معیشت کے بنیادی اسباب اور وسائل اسی سے حاصل ہوتے ہیں۔

عہدِ نبوی ﷺ میں بھی معاشی نظام کے ارتقا اور استحکام میں زمین کا اہم کردار رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے معیشت کے استحکام میں اس کے کردار واہمیت کو جانتے ہوئے اس پر بھرپور توجہ دی اور اسی غرض سے آپ ﷺ نے کئی عملی اقدامات کیے، جس میں سب سے اہم زمینوں کے اِقطاع کا عمل ہے۔ آپ ﷺ نے افتادہ اور بنجر اراضی کام میں لانے کے لیے لوگوں کو اِقطاع فرمائی، تاکہ وہ دوبارہ آباد ہوسکیں اور وسائلِ آمدن اور پیداوار کے حصول کا ذریعہ بن سکیں۔ اس

کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے باغات اور زرعی اراضی بھی اِقطاع فرمائی، جو غیر مملوکہ ہونے کی وجہ سے خالصہ یا بیت المال کی اراضیات میں سے تھیں۔ بنجر زمین ہو یا زرعی اراضی، اِقطاع ان اشخاص کو کی گئی تھیں، جو اس کو آباد کرنے کے اہل تھے۔ آپ ﷺ کے عہدِ مبارک میں کوئی ایک مثال بھی نہیں ملتی، جس سے یہ ثابت ہوا، کہ اِقطاع کے ذریعے کوئی جاگیرداری نظام قائم ہوا ہو یا کوئی ایسا طبقہ وجود میں آیا ہو، جو کم زوروں کی محنت کا استحصال کر کے خود فائدہ اُٹھاتا ہو۔

حقیقت تو یہ ہے کہ عہدِ نبوی ﷺ میں جو قطائع آپ ﷺ کی طرف سے عنایت کیے گئے، اُس کا مقصد خلقِ خدا کی بھلائی تھا۔ آپ ﷺ چاہتے تھے کہ یہ افراد زمینوں کو زیر کاشت لا کر خود بھی فائدہ اُٹھائیں اور اس پیداوار سے ملک کی معیشت کو بھی فائدہ ہو۔ اس کے ساتھ جن افراد کو اِقطاع عنایت ہوئے، اُن کی اراضی پر زمین کا عشر یا محصول بھی مقرر کیا گیا، تاکہ ان زمینوں سے حاصل ہونے والی آمدن سے ریاستی وسائل میں اضافہ ہو اور ریاست معاشی طور پر مستحکم ہو، تاکہ تمام لوگ معاشی طور پر خوش حال ہو جائیں۔

یہاں ہم اسی موضوع کو زیر بحث لائیں گے کہ عہد نبوی ﷺ کے معاشی نظام میں اِقطاعِ زمین اور اس سے حاصل ہونے والی پیداوار اور ان کا کیا کردار رہا ہے اور زراعت کو آپ ﷺ نے کس قدر اہمیت دی ہے۔

۱۔ عہدِ نبوی ﷺ کے معاشی نظام میں اِقطاعِ نبویہ ﷺ کی نوعیت

عہدِ نبوی ﷺ کے معاشی نظام میں اِقطاع کی نوعیت کو مدنظر رکھتے ہوئے مولانا تقی امینی نے اِقطاع کی تعریف بیان کی ہے جو کچھ اس طرح ہے:

> اِقطاع سے مراد مفادِ عامہ کی حفاظت کی خاطر غیر آباد زمین کو آباد کاری کے لیے کسی کو دینا اور حسبِ حاجت و مصلحت اس سے سرکاری ٹیکس وصول کرنا ہے۔(۹)

یعنی اِقطاع مفادِ عامہ اور لوگوں کی بھلائی کے لیے اُٹھایا گیا وہ قدم ہے جس سے نہ صرف زمین کی آباد کاری مقصود ہوتی ہے، بل کہ اُس زمین پر مقرر کردہ سرکاری ٹیکس وصول کیا جاتا ہے، تاکہ وہ رقم لوگوں کی بھلائی اور ریاست کے ان اُمور پر خرچ کی جاسکے جو کہ مفادِ عامہ سے متعلق ہوں۔

مولانا انور شاہ کشمیری نے اِقطاع کی جو تعریف بیان کی ہے، اس سے مولانا تقی امینی کے اس

قول کی تائید ہوتی ہے کہ اِقطاع کا مقصود آبادکاری کے ساتھ محصول (عشر، خراج) کا حصول ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

الإقطاع: اعطاء الأرض للاحیاء سواء وجب فیه العشر أو الخراج (۱۰)

اِقطاع سے مراد کسی کو آبادکاری کے لیے زمین دینا ہے چاہے اس پر عشر واجب ہو یا خراج۔

عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں قطائع اُن لوگوں کو دیے جاتے تھے جن میں آبادکاری اور کاشت کاری کی صلاحیت موجود ہوتی تھی۔ یہ قطائع انہیں اُن خدمات کے صلے کے طور پر کیے جاتے، جو انہوں نے مفادِ عامہ یا اسلام کی دعوت سے متعلق سرانجام دی ہوتیں۔ نومسلموں کی تالیف القلبی کے سلسلے میں بھی اِقطاع کیے جاتے تھے اور معاشی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو معاشی طور پر کم زور نومسلموں کو قطائع دیے جاتے تھے، تاکہ ان کے معاش کا بندوبست ہو سکے اور اسلام قبول کرنے کے بعد وہ معاشی طور پر کم زور نہ ہو، اور نہ کسی کے آگے ہاتھ پھیلائیں اور اپنی محنت سے زمینوں کو آباد کر کے اپنی معاشی حالت کو بہتر بنائیں۔ امام ابو یوسف اسی سلسلے میں بیان کرتے ہیں:

قد أقطع رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وتألف علی الاسلام أقوامًا وأقطع الخلفاء من بعده من رأوا أن فی إقطاعه صلاحًا (۱۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے خلفا ان ہی لوگوں کو قطائع عنایت فرماتے تھے جن کو دینے میں ریاست اور قوم کی بھلائی ہوتی تھی اور ان کو قطائع دینے میں ان کی تالیف القلبی مقصود ہوتی تھی۔

قطائع جن زمینوں سے عطا کیے جاتے تھے وہ بنجر، افتادہ اور غیر مملوکہ اراضی ہوتی تھیں، جو کہ بیت المال کے زیر انتظام ہوتیں تھیں، اس کے علاوہ ان میں خالصہ زمینیں بھی شامل تھیں۔ خالصہ زمینیں بھی بیت المال کے زیر انتظام ہوتیں۔ یہ مفتوحہ علاقوں کی وہ تمام زمینیں تھیں، جو ریاست کے لیے خالصہ قرار دی جاتی تھیں۔ ان زمینوں کی کئی صورتیں تھیں جو کہ درج ذیل ہیں:

ا۔ جن زمینوں کے مالک مارے جاتے۔

ب۔ جن زمینوں کے مالک بھاگ جاتے۔

ج۔ شاہی جاگیریں جو کہ بادشاہ کے لیے صرف مخصوص ہوتیں۔

د۔شاہی خاندان وافسران کی زمینیں اور جاگیریں۔(۱۲)

وہ زمینیں جو قدرتی عطیہ ہوتیں، جن کو کارآمد بنانے کے لیے کسی انسانی محنت کا عمل دخل نہ ہو، جن میں معدنیات ہو، جیسے کہ نمک کی کان، تیل کے چشمے وغیرہ، اس قسم کی زمینیں چوں کہ مفادِ عامہ سے متعلق ہیں جس سے تمام لوگوں کا مفاد وابستہ ہے، ایسی زمینیں اِقطاع نہیں کی جاسکتی تھیں، بل کہ یہ مشترکہ ملکیت ہوتیں۔ اس کے انتفاع میں تمام لوگ برابر کے شریک ہوتے تھے۔(۱۳) اسی بنا پر ابیض بن حمال کو آپ ﷺ نے آبادکاری کے لیے جو زمین اِقطاع فرمائی وہ نمک کی جھیل تھی، جب آپ ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے وہ اِقطاع منسوخ فرمایا۔ اس لیے گھاس، آگ اور پانی کے بارے میں آپ ﷺ کی سنت یہ تھی کہ ان میں سب شریک ہیں (اور کوئی ایک شخص اس پر حقِ ملکیت کا دعویٰ نہیں کرسکتا)، اسی لیے آپ ﷺ نے پسند نہ فرمایا کہ اسے تنہا اس (قدرتی عطیے) نمک کی کان کا مالک بنادیں اور دوسرے لوگوں کو اس سے محروم کریں۔(۱۴)

اسی طرح جنگلات سے متعلق آپ ﷺ نے یہی اُصول رکھا اور اسے کسی کے لیے خاص نہیں کیا۔ اس میں بھی تمام لوگ برابر کے شریک تھے اور ہر شخص اس سے استفادہ حاصل کرکے اپنی ضرورت کے مطابق لکڑیاں کاٹ کرلے جاتا تھا۔ اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے دومتہ الجندل کو فتح کرنے کے بعد وہاں کے جنگلات کو کسی میں تقسیم نہیں فرمایا بل کہ اسے ریاست کے زیرِ انتظام رکھا۔ آپ ﷺ کے خلفا نے بھی یہی طریقہ اپنائے رکھا اور مفتوحہ علاقے کے جنگلات کو فوجیوں اور دوسرے لوگوں میں تقسیم نہیں کیا۔(۱۵)

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر معدن زمینوں کا اِقطاع نہیں کیا جاسکتا اور اس کے نفع میں سب برابر ہیں تو پھر نبی کریم ﷺ نے حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ کو قبیلے کی کانیں کیوں اِقطاع کیں، جب کہ وہ بھی معدن تھے؟ اس معاملے پر اکثر یہ تاویل بھی دی جاتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اس اِقطاع کے بارے میں یہ علم نہیں تھا کہ اس میں کانیں ہیں یا کانیں آپ ﷺ کے دورِ مبارک کے بعد دریافت ہوئی، لیکن اس سلسلے میں احناف کا جو مؤقف ہے میرے نزدیک وہ راجح اور درست ہے، اُن کے مطابق:

اِقطاع معاون سے مراد زمین کے وہ ٹکڑے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے دھاتیں، جواہر اور دوسری قسم کی اشیا پیدا کی ہیں جن کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ ظاہری معادن

۲۔ باطنی معادن۔

ظاہری معادن سے مراد وہ معادن اور جواہر ہیں جو کھلے اور ظاہر ہوں جیسے سرمہ، نمک اور پیٹرول کی کانیں۔ یہ اس پانی کی طرح ہیں جن کا اِقطاع جائز نہیں اور تمام لوگ اس میں برابر کے شریک اور حق دار ہیں جو چاہے گا آ کر لے لے گا۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے حضرت ابیض بن حمال کا اِقطاع منسوخ کیا، جب کہ باطنی معادن سے مراد وہ کانیں ہیں جن کے معادن اور جواہر پوشیدہ ہوں اور اسے بغیر محنت ومشقت اور جدوجہد کے حاصل نہیں کیا جا سکتا ہو جیسے سونے، چاندی اور پیتل کی کانیں، تو اس کا اِقطاع کیا جا سکتا ہے جیسے کہ آپ ﷺ نے کیا۔ (۱۶)

نبی کریم ﷺ نے تمام زمینوں اور ان کی پیداوار پر محصول مقرر کیے تھے جس کے لیے زکوٰۃ یا صدقہ کی اصطلاح کا استعمال کیا جاتا تھا اور جس کے لیے ہم عام طور پر لفظ ''ٹیکس'' استعمال کرتے ہیں۔ واقدی زمین کے ٹیکس یا محصول کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ اراضی جسے ''الخیل'' یعنی بہتے ہوئے پانی سے سیراب کیا جاتا ہے، اس پر محصول عشر یعنی پیداوار کا دسواں حصہ وصول کیا جاتا ہے، جب کہ ''الغرب'' یعنی ڈول کے ذریعے جس زمین کی آب پاشی کی جاتی ہو، اُس سے پیداوار کا بیسواں حصہ یعنی نصف عشر وصول کیا جاتا ہے العشر کہلاتا تھا۔ (۱۷)

اس کی تفصیل ہمیں نبی کریم ﷺ کے مکتوبات گرامی سے ملتی ہے، جن میں زمین کی پیداوار پر مقرر کردہ شرحوں وتناسب کا ذکر ملتا ہے، جیسے کہ قبیلہ خثعم سے متعلق نبی کریم ﷺ کے مکتوب مبارک میں تحریر ہے کہ اگر اُن سے جو شخص بھی زراعت سے وابستہ ہے اور شور زمین یا بنجر زمین پر کاشت کاری کرتا ہے اور اس پر قابض ہے، اگر خشک سالی اور قحط کا زمانہ نہ ہو اور وہ اراضی چشمے کے پانی سے سینچی گئی ہو تو اس پر زکوٰۃ عشر ہوگی اور اگر ڈول سے سینچی گئی ہو تو بیسواں حصہ ہوگی۔ (۱۸)

یہاں ایک بات قابل ذکر ہے کہ آپ ﷺ نے خشک سالی اور قحط کا زمانہ نہ ہونے پر یہ زکوٰۃ/محصول مقرر فرمایا ہے، یعنی اگر قحط یا خشک سالی اُن پر آئی ہو یا ان کی پیداوار میں کمی ہو تو یہ عشر اور نصف عشر اس صورت میں ادا نہیں کرنا ہوگا۔ اگر ہم دنیا کی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو ہمیں یہاں لاتعداد ایسی مثالیں پڑھنے کو ملیں گی، جس میں قحط سالی کے باوجود کسانوں کو جاگیردار اور بادشاہ کو اُن کے مقرر کردہ زمین پر ٹیکس جن کی شرح بھی بہت زیادہ ہوا کرتی تھی، اُنہیں ہر حال میں ادا کرنا پڑتے،

لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے رحمت اللعالمین بنا کر بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمین کی زکوٰۃ مقرر کرنے اور اس کے مطالبے کے دوران بھی کسانوں کا خیال فرمایا اور قحط سالی میں اُن کا محصول معاف فرمایا۔ اسی لیے زمین کی پیداوار پر محصول ہو یا مویشیوں پر یا زیورات یا دوسرے اموال پر، ان کے لیے صدقات اور زکوٰۃ کے لفظ کو استعمال کیا جاتا ہے، تا کہ صاحب حیثیت اور صاحب نصاب شخص اپنی خوش حالی کے زمانے میں اپنے اموال میں سے ایک مقرر حصہ جو اللہ تعالیٰ نے متعین فرمایا ہے وہ ادا کرے، تا کہ معاشرے کے دوسرے غریب افراد کی اُس سے مدد کی جاسکے۔ اور اسے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے نوازا ہے تو وہ اس میں دوسروں کو بھی شریک کرے، لیکن جب وہ خود مصیبت میں گرفتار ہو جائے اور مالی پریشانی کا شکار ہو جائے تو یہ زکوٰۃ اور صدقہ اس سے اُس وقت تک ساقط ہو جاتا ہے، جب تک وہ دوبارہ مالی طور پر خوش حال نہ ہو جائے۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبیلہ عمان کی شاخیں حدّان وثمالہ پر اُن کی پیداوار کا دسواں حصہ بہ طور سرکاری لگان یا محصول مقرر فرمایا اور اُنہیں اسے ادا کرنے کا حکم فرمایا۔ (۱۹)

اسی طرح عمان اور بحرین کے مسلمانوں پر ان کی کھجور کی پیداوار پر دسواں حصہ عشر اور غلے پر نصف عشر/بیسواں حصہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرکاری محصول مقرر فرمایا۔ (۲۰)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمین اور اس کی پیداوار پر مقرر کردہ محصول کسی خاص قبیلے کے لیے نہیں، بل کہ تمام مسلمانوں کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر فرمائے تھے، اس لیے وہ تمام افراد جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قطائع عنایت فرمائے، وہ بھی زمین کا سرکاری محصول اسی شرح اور تناسب سے ادا کرتے تھے جن کا ذکر ہم مندرجہ بالا سطور میں کر چکے ہیں۔

۲۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معاشی بنیادوں پر اِقطاع پانے والے افراد کی تفصیل

گزشتہ مباحث میں ہم یہ بحث کر چکے ہیں کہ مہاجرین مدینہ منورہ ہجرت کر کے آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی رہائش کا انتظام کرنے کے لیے انہیں قطائع عنایت فرمائے۔ یہ قطائع اُن افتادہ اراضی میں سے تھے، جو مدینہ منورہ کے گرد ونواح میں واقع تھیں۔ اس کے علاوہ بعض اراضی جو انصار کی ملکیت تھیں اُنہوں نے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے کر دی تھیں، جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین

کی رہائش کے لیے انہیں عنایت فرمائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی معاش اور روزگار کی بھی فکر فرمائی اور اس کے لیے کئی اقدامات کیے، جن میں سے ایک اقدام یہ تھا کہ ان کو رہائش کے علاوہ زراعت اور کھیتی باڑی کے لیے بھی زمینیں اِقطاع فرمائیں۔ یہ اِقطاع مدینہ منورہ کی ان ہی افتادہ اور بنجر زمینوں سے کی گئی تھیں۔ بعدازاں کچھ اراضی مدینہ اور اس کے اطراف میں عسکری مہموں کے نتیجے میں بھی بہ طور اموال غنیمت حاصل ہوئی تھیں اور یہ زمینیں بھی زیادہ تر مہاجرین کے حصے میں آئی تھیں۔ اس طرح مکی مہاجرین کے لیے رہائش کے ساتھ ساتھ ان زرعی زمینوں کی بہ دولت ان کے معاش کا مسئلہ بھی کافی حد تک حل ہوگیا۔(۲۱)

بہت سے مہاجرین نے معیشت کے ارتقا میں دوہرا حصہ لیتے ہوئے مدینہ منورہ میں زراعت اور تجارت دونوں اکٹھی شروع کیں اور اس میں بہت کام یاب بھی رہے۔ جن میں حضرت زبیر بن عوام، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضوان اللہ علیہم اجمعین شامل ہیں، جو زرعی جائیدادوں اور تجارتی کاروبار کے مالک تھے۔(۲۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زرعی اور تجارتی مقاصد کے لیے جن صحابہ کرامؓ کو اِقطاع عنایت فرمائے، ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔حضرت زبیر بن عوامؓ

حضرت زبیر بن عوام کو بنونضیر کے اموال میں سے ایک زمین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِقطاع فرمائی جس میں کھجور کے درخت تھے۔ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے بھی ایک روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر بن عوامؓ کو کھجور کا ایک باغ عنایت فرمایا۔(۲۳) اور غالباً یہ وہی باغ ہے جو بنونضیر کے اموال سے انہیں عنایت ہوا، جن کا ابھی ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ یحییٰ بن آدم نے بھی ایک روایت نقل کی ہے، جس میں حضرت زبیر بن عوامؓ کے کھیتوں کی سیرابی کا ذکر ہے۔(۲۴)

مذکورہ بالا سطور سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ حضرت زبیر بن عوامؓ کو بنونضیر کے اموال میں سے ایسا قطیعہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے عنایت ہوا جو کہ کھجور کے درختوں پر مشتمل ایک زرخیز قطعہ تھا، جس سے وہ کھجوریں حاصل کرکے اس سے تجارت کیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت زبیر بن عوامؓ نے حضرت سلیطؓ کا واپس کیا ہوا قطعہ بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کرکے حاصل

کیا تھا۔ (۲۵) اور وہ قطعہ جسے حضرت سلیطؓ آباد کرنے سے قاصر ہوئے، (کیوں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت سے محروم نہیں ہونا چاہتے تھے) اُسے حضرت زبیرؓ نے آباد کیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت زبیر بن عوامؓ کا شمار کامیاب ترین آبادکاروں اور کاشت کاروں میں ہوتا تھا۔ (۲۶) شاید اسی خاصیت کی بنا پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انہیں الجرف کی زمین دی جو کہ بنجر زمین تھی اور حضرت عمر فاروقؓ نے انہیں پورا عقیق کا علاقہ اِقطاع کیا، (۲۷) تاکہ وہ اس بنجر علاقے کو اپنی آبادکاری کی صلاحیت کو بہ روئے کار لاکر آباد کردیں، تاکہ ان بنجر اراضیات سے بھی پیداوار حاصل ہو۔

واقدی کے بیان کے مطابق حضرت زبیر بن عوامؓ کو بنونضیر کے اموال میں سے ''البُویلہ'' نامی جائیداد بھی ملی تھی، جو کہ مشترکہ طور پر انہیں اِقطاع کی گئی، جس میں حضرت ابوسلمہؓ بن الاسدان کے ساتھ شریک تھے۔ (۲۸) اس اِقطاع کے متعلق مصادر میں تفصیل نہیں ملتی کہ یہ زرخیز اراضی تھی یا نہیں، لیکن بنونضیر چوں کہ زراعت کے پیشے سے وابستہ تھے اور ان کے بڑے بڑے باغات تھے تو قیاس یہی کیا جاسکتا ہے کہ یہ قطعۂ اراضی بھی قابلِ کاشت یا کھجور کے درختوں پر مشتمل ہو۔

۲۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بھی حضرت زبیرؓ کی طرح کامیاب آبادکار اور تاجر تھے۔ انہیں بھی اموالِ بنونضیر سے قطعہ اراضی عنایت ہوا۔ واقدی کے مطابق انہیں بنونضیر کے اموال میں سے ''شعالہ'' نامی جائیداد ملی، جو بعد میں ''مالِ سُلیم'' کے نام سے مشہور ہوئی۔ (۲۹) اس کے بارے میں بھی مزید تفصیل نہیں ملتی، لیکن جیسا کہ ہم ابھی ذکر کرچکے ہیں یقیناً یہ بھی بنونضیر کی دیگر اراضی کی طرح زرخیز قطعۂ اراضی ہوگی۔ اس کے علاوہ ابن سعد نے ان کی ''کیدمہ'' نامی جائیداد کا ذکر کیا ہے جو کہ اموالِ بنونضیر میں سے انہیں ملی تھی۔ (۳۰) بنونضیر کے اموال میں یہ اراضی یقینی طور پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اِقطاع فرمائی ہوگی اور یہ بھی زرعی لحاظ سے قابلِ کاشت اراضی تھی، جس میں کھجور کے درخت تھے۔ اُنہوں نے چالیس ہزار درہم میں فروخت کیا اور ازواجِ مطہرات میں تقسیم کردیا۔ (۳۱) اس کے علاوہ ابن سعد نے ان کی ''جرف'' (۳۲) کی اراضی سے متعلق بیان کیا ہے کہ جرف کی اراضی میں آپؓ پانی کھینچنے والے بیس اونٹوں سے کاشت کاری اور زراعت کیا کرتے تھے اور اسی سے گھر والوں کے لیے سال بھر کا غلہ مل جاتا تھا۔ (۳۳)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اس اراضی سے اپنے گھر والوں کے لیے سال بھر کے لیے غلہ حاصل کرتے تھے اور ان کا گھرانہ کافی بڑا تھا، جن میں ان کی چار بیویاں اور بہت سے بچے تھے(۳۴)اور ان سب کے لیے سال بھر کے غلے کا مطلب بہت وسیع پیمانے پر یہ اس زمین پر کاشت کاری کرتے تھے، جس سے اتنا غلہ ملتا جو ان کے اور ان کے خاندان کے سال بھر کے لیے کافی ہوتا۔ ابن سعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا بیان ذکر کرتے ہیں کہ: ''مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فلاں فلاں زمین اِقطاع فرمائی۔(۳۵)

یہاں یہ ذکر نہیں ملتا کہ انہیں کون سی اور کہاں جاگیر عنایت ہوئی اور یہ کس جاگیر کا ذکر کر رہے ہیں۔ جہاں تک جرف کی اراضی کا تعلق ہے، اس کے متعلق معجم البلدان میں بیان ہے کہ یہ ایسی اراضی تھی جو اُن ٹیلوں پر مشتمل تھی، جس کے نیچے کی مٹی سیلابی پانی سے بہہ گئی تھی۔(۳۶)اس لیے اس اراضی سے متعلق اندازہ نہیں لگایا جاسکتا کہ آیا یہ ارض موات میں سے تھی یا قابل کاشت اراضی تھی۔ ابن سعد کے بیان کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بیس اونٹوں سے اس کی آب پاشی کیا کرتے تھے، سے یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ اس زمین پر زراعت کافی محنت سے کی جاتی ہوگی اور یہ قابل کاشت اراضی نہ ہو، چوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عبدالرحمٰنؓ کی آبادکاری کی ملازمت سے واقف تھے، لہٰذا انہوں نے آبادکاری کے لیے یہ اراضی انہیں اِقطاع کی ہو، جسے انہوں نے اپنی محنت سے آباد کیا۔

۳۔حضرت ابوبکر صدیقؓ

حضرت ابوبکر صدیقؓ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''العالیہ'' میں ''بئیر حجر'' اِقطاع فرمایا، جو اموالِ بنونضیر میں سے تھا۔(۳۷) حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس کی اصلاح کی اور اسے قابلِ کاشت بنایا اور اس میں کھجور کے درخت لگائے۔ اس زمین سے انہیں دس وسق (اسّی من) سالانہ پیداوار یا غلہ حاصل ہوتا تھا۔ یہ قطعۂ اراضی بعدازاں انہوں نے حضرت عائشہؓ کو دے دیا، مگر اپنے انتقال سے پہلے ان سے واپس طلب کرلیا تھا تاکہ ان کے دوسرے بہن بھائیوں میں بہ طور وراثت تقسیم کیا جاسکے۔(۳۸)

۴۔حضرت عمر فاروقؓ

حضرت عمر فاروقؓ کو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنونضیر کے اموال سے ''بئیر جرم'' عطا فرمایا۔

(۳۹) بنو نضیر کے اموال میں سے ہونے کی وجہ سے یقینا یہ بھی کھجوروں کے درختوں پر مشتمل زرخیز اراضی ہوگی۔ ''بئیر یعنی کنویں کے عطیے سے متعلق یاسین مظہر صدیقی لکھتے ہیں:

> دونوں بزرگوں (حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو (بنو نضیر کے اموال سے) کنوؤں کا عطیہ ملا تھا۔ یہ ممکن ہے کہ ان کنوؤں کے ساتھ ان دونوں سابقین اوّلین کی ان کی ملحقہ اراضی بھی ملی ہو، کیوں کہ عرب میں اراضی عام طور سے اپنے علاقے میں واقع کنوؤں کے نام سے بھی موسوم ہو جاتی تھی۔ (۴۰)

یہ بات اس لیے بھی صحیح معلوم ہوتی ہے، کیوں کہ ابن سعد حضرت ابوبکرؓ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ بئیر حجر میں انہوں نے اصلاح کر کے کھجور کے درخت لگائے۔ (۴۱) یقیناً یہ کنویں سے ملحقہ اراضی ہوگی، جس میں درخت انہوں نے لگائے ہوں گے۔

۵۔ حضرت بلال بن حارث مزنیؓ

حضرت بلال بن حارث مزنیؓ کے اِقطاع کا ذکر اس مقالے میں کئی دفعہ ہوا ہے۔ حضرت بلالؓ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرع کے علاقے میں قبیلے کی کانیں اور اس کے ساتھ ساتھ قدس کے علاقے کی زرعی اور قابلِ کاشت اراضی بھی اِقطاع فرمائی۔ ان کو بہت وسیع رقبے پر مشتمل اراضی اِقطاع کی گئی تھی۔ (۴۲)

۶۔ قبیلہ جہنیہ

قبیلہ جہنیہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجتماعی طور پر بڑے بڑے قطائع دیے، جس میں مزروعہ اور غیر مزروعہ دونوں قسم کی اراضی شامل تھی اور ساتھ میں اُن پر یہ شرط عائد کی گئی تھی کہ انہیں خمس ادا کرنا ہوگا اور جانوروں پر زکوٰۃ بھی دینی ہوگی۔ (۴۳)

۷۔ عوسجہ بن حرملہ جہنیؓ

عوسجہ بن حرملہ جہنیؓ کو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وسیع قطعہ اِقطاع فرمایا اور اس کی حدود بھی واضح فرمائی کہ یہ ایک سمت میں موضع ''بلکثۃ'' سے ''مضعۃ'' تک جب کہ دوسری سمت میں ''جفلات'' سے ''حد جبل القبلۃ'' تک۔ (۴۴)

۸۔ بنوشمغ

بنوشمغ جوکہ قبیلہ جہنیہ ہی کی ایک شاخ ہے اس نہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صفینہ نامی اراضی جس پر وہ پہلے سے قابض تھے اس کا حقِ ملکیت انہیں عطا کیا بل کہ مزروعہ اراضی بھی ان کے اِقطاع میں شامل فرمائی۔ (۴۵) قبیلہ جہنیہ اور اس سے متعلق قبیلے یا ان کے سردار کو جو بھی اِقطاع عنایت ہوئے، اُن سب میں مزروعہ اراضی بھی شامل تھیں اور بنجر بھی۔ یہ سب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہ غرض آبادکاری انہیں اِقطاع فرمائے تھے۔

۹۔ حضرت ہذیم بن عبداللہؓ

حضرت ہذیم بن عبداللہؓ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر میں اراضی اِقطاع فرمائی تھی۔ (۴۶) خیبر کی اراضی بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یقیناً انہیں آبادکاری کے لیے دی ہوگی کیوں کہ خیبر میں بنونضیر کے یہودی جاکر آباد ہوئے تھے اور ان کا پیشہ ہی کھیتی باڑی تھا، اس لیے ان کی زیادہ تر اراضی کھیتوں اور کھجوروں کے درختوں پر مشتمل تھی۔

جہاں تک خیبر کی اراضی کا تعلق ہے ہم اس کا ذکر پہلے کر چکے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ان کے مالکوں کے پاس ہی رہنے دیا اور ان کے ساتھ نصف پیداوار پر معاملہ طے فرمالیا تھا، لیکن کچھ قطائع خیبر کی اراضی میں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِقطاع فرمائے تھے۔ غالباً یہ تمام اِقطاع خیبر کے مالِ غنیمت کے حصۂ خمس میں سے عطا کیے گئے تھے۔ یاسین مظہر صدیقی بھی خیبر کے اِقطاع سے متعلق لکھتے ہیں کہ ''وہ اسلامی ریاست کے حصۂ خمس میں سے عنایت کیے گئے''۔ (۴۷)

۱۰۔ حضرت نضلہ بن عمرو الغفاریؓ

ان کا تعلق قبیلہ غفار سے تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں صفرا کے مقام پر زمین اِقطاع فرمائی تھی۔ مآخذ میں اس کی تفصیل نہیں ملتی کہ یہ قطیعہ رہائش کے لیے تھا یا آبادکاری کے لیے، لیکن ان کے بارے میں یہ تحریر ہے کہ انہوں نے صوبہ حجاز میں ''عرج'' کے نواح میں سکونت اختیار کرلی تھی (۴۷) اس لیے ہوسکتا ہے کہ یہ قطیعہ انہیں آبادکاری کے لیے اِقطاع کیا گیا ہو۔

۱۱۔ حضرت عُقیل بن کعبؓ

حضرت عقیل بن کعبؓ مسلمان ہوئے تو اپنی قوم کی طرف سے بھی انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کر لی۔ (غالبًا یہ اپنی قوم کے سردار اور نمائندے تھے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں وادیٔ عقیق (بعد میں ''عقیق بنی عقیل'' کے نام سے مشہور ہوئی) اِقطاع فرمایا۔ اس وادی میں چشمے اور پھل دار درخت بہ کثرت موجود تھے۔ (۴۹)

۱۲۔ حضرت سعید بن سفیانؓ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعید بن سفیانؓ کو سوارقیہ کے کھجور کا باغ عنایت فرمایا اور قصر (محل) اِقطاع فرمایا۔ (۵۰)

یہ ان چند افراد کے نام تھے جن کے قطائع سے متعلق مصادر میں اتنی تفصیل موجود تھی کہ وہ زرخیز زمین یا کھجوروں کے باغوں پر مشتمل تھے اور آبادکاری کی غرض سے انہیں اِقطاع کیے گئے۔

۳۔ عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مفتوح اراضی کا انتظام اور تقسیم نیز اُن سے حاصل ہونے والی آمدن کا تصرّف

عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زمین کی اقسام اور ان کے بندوبست وانتظام پر ہم تفصیلاً بحث کر چکے ہیں۔ اب ہم ان مفتوحہ علاقوں کی اراضی کا معاشی پہلو سے جائزہ لیں گے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مفتوح اراضیات کی تقسیم کس طرح فرمائی، کن کن لوگوں کو قطائع حاصل ہوئے اور پھر ان مفتوحہ اراضیات سے حاصل ہونے والی پیداوار اور آمدن کا تصرّف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس طرح فرمایا؟ جس کے نتیجے میں مسلمانوں کی معاشی اور اقتصادی حالت میں کافی حد تک بہتری آ گئی، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہم یہاں یہ بھی واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ہماری اس بحث سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے کہ مسلمانوں کی اقتصادی ومعاشی حالت اور اس کی بہتری کا انحصار صرف مالِ غنیمت سے حاصل ہونے والے اموالِ منقولہ وغیر منقولہ پر تھا۔ یہ درست ہے کہ مسلمان معاشی طور پر ضرور آسودہ ہوئے تھے، لیکن ان کی معاشی خوش حالی کا انحصار صرف مالِ غنیمت اور اس سے حاصل ہونے والی آمدن پر نہیں تھا۔ (۵۱)

ا۔ بنونضیر کی مفتوحہ اراضی کی تقسیم اور اس سے حاصل ہونے والی پیداوار

بنونضیر مدینہ منورہ میں رہنے والا یہودی قبیلہ تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بدعہدی اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعوذ باللہ قتل کی مذموم سازش کرنے، جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی کے ذریعے کردی تھی، کے جرم میں شہر چھوڑنے کا حکم فرمادیا تھا لیکن بنی عوف بن خزرج کے بعض منافقین جن میں عبداللہ بن ابی سلول، ودیعہ بن مالک، داعش اور سوید شامل تھے، انہوں نے بنی نضیر کو مسلمانوں کے خلاف ڈٹے رہنے اور ان کی مدد کرنے اور جنگ میں ان کے ساتھ شریک ہونے کا وعدہ کیا، (۵۲) جس کی وجہ سے بنونضیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنے کو تیار ہوگئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ماننے سے انکار کیا، جس کے نتیجے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا محاصرہ کرلیا اور یہ محاصرہ پندرہ دن تک رہا۔ جب ان کی مدد کو کوئی نہیں آیا تو ان لوگوں نے محاصرہ ختم کرنے اور صلح کی درخواست کرکے ان شرائط پر صلح کرلی کہ وہ شہر خالی کرکے چلے جائیں گے اور وہ اپنے اونٹوں پر سوائے اسلحہ اور زرّوں کے جولاد کے لے جاسکتے تھے، لے جائیں گے اور باقی تمام چیزیں اسلحہ، زرّیں، نخلستان اور اراضی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق ہوں گے۔ چناں چہ اموال بنونضیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خالصہ بن گئے۔ (۵۳) اسی سے متعلق حضرت عمر بن خطابؓ کی روایت ہے:

> نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفایا (۵۴) صفی میں تین اموال کی اراضی شامل ہیں: بنونضیر کے اموال، خیبر اور فدک۔

سو اموال بنونضیر تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضروریات اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل وعیال کے اخراجات کے لیے تھے۔ فدک کی آمدن مسافروں کے لیے تھی اور خیبر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین حصے فرمائے تھے، جن میں سے دو مسلمانوں میں تقسیم فرمادیے اور ایک اپنے اہل وعیال کے نفقات کے لیے رکھا، لیکن ان میں سے جو کچھ بچ جاتا تھا وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقراء مہاجرین کو انفاق فرمادیتے تھے۔ (۵۵)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنونضیر کے اموال مہاجرین میں تقسیم کردیے اور تقسیم کرنے سے پہلے انصار کی رائے اُن سے پوچھی۔ انہوں نے اپنے بھائیوں کے حق میں رضامندی کا اظہار کیا، چناں چہ یہ تمام اموال مہاجرین میں تقسیم ہوئے۔ انصار کو ان سے کچھ نہیں ملا، سوائے ان میں سے دو آدمیوں کے جن میں ایک حضرت سماک بن خرشہؓ ابودجانہؓ تھے اور دوسرے حضرت سہل بن حنیفؓ۔ (۵۶)

کیوں کہ یہ دونوں بہت غریب تھے اور آپ ﷺ نے اموالِ بنونضیر سے ان کی بھی معاشی طور پر مدد فرمائی۔ واقدی بیان کرتے ہیں:

> نبی کریم ﷺ اموال ہی میں سے اپنے خاندان بنو عبدالمطلب اور اپنی ازواجِ مطہرات کو جو اور کھجور عنایت فرمایا کرتے تھے اور ان میں سے جو بچتا، اسے اسلحہ اور گھوڑوں میں خرچ فرمایا کرتے۔ آپ ﷺ کے غلام ابورافع باغوں اور کھیتوں میں سے حاصل ہونے والی کھجور، اناج اور سبزیاں ''الکورہ'' کے مقام میں آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں پیش کیا کرتے تھے۔(۵۷)

بنونضیر میں ایک مخیریق نامی شخص جو بڑا عالم ودانش مند تھا، نبی کریم ﷺ پر ایمان لے آیا اور اس نے اپنا سارا مال خدمتِ اقدس میں پیش کردیا جو کہ سات باغات پر مشتمل تھا۔(۵۸) یحیٰی بن آدم کا بیان ہے:

> **قسم رسول اللہ ﷺ أموال بنی نضیر إلا سبعة حوائط**
>
> اموالِ بنونضیر میں سے سات باغوں کے علاوہ تمام اموال کو نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں میں تقسیم کردیا تھا۔(۵۹)

یہ سات باغ جو صفی رسول یا فے کے زمرے میں آتے تھے، ان باغات کے علاوہ تھے جو بنونضیر کے ایک مالدار نومسلم حضرت مخیریق ؓ نے آپ ﷺ کو ہبہ کیے تھے۔(۶۰)

نبی کریم ﷺ نے اموالِ بنونضیر کی اراضی تمام مہاجرین میں تقسیم فرمائی، لیکن اس کی تفصیل ہمیں مصادر میں نہیں ملتی صرف چند صحابہ کرام ؓ کے نام ہیں جنہیں ان اموال سے آپ ﷺ نے اِقطاع فرمایا جیسے حضرت ابوبکر صدیق ؓ، حضرت عمر فاروق بن خطاب ؓ، حضرت زبیر بن عوام ؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ، حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد ؓ، حضرت ابودجانہ ؓ، حضرت سہل بن حنیف ؓ اور حضرت صہیب بن سنان ؓ وغیرہ۔(۶۱)

ان سب حوالوں سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ اموالِ بنونضیر سے حاصل ہونے والی پیداوار نبی کریم ﷺ سال بھر صدقات بھی فرماتے تھے اور ان سے اپنے اہل وعیال پر بھی خرچ کرتے تھے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اموالِ بنونضیر کے ذریعے مسلمانوں کے رزق میں کشادگی فرمائی تھی۔ اسلام کی راہ میں جوانہوں نے مصائب برداشت کیے اور ان تمام تکلیفوں اور مصائب کے دور

میں انہوں نے نہ ہی اپنے پیارے نبی ﷺ کا ساتھ چھوڑا اور نہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر بھروسہ کرنا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے صبر اور اسلام پر ثابت قدمی کے صلے میں ان پر رزق کشادہ فرمانا شروع کردیا اور مسلمانوں پر اپنی نعمتوں اور فضل کے درکھول دیے جس کا آغاز غزوۂ بنونضیر سے ہوا۔

۲۔ بنوقریظہ کے اموال کی تقسیم

بنوقریظہ بھی مدینہ منورہ میں رہنے والا ایک یہودی قبیلہ تھا جنہوں نے مسلمانوں کے ساتھ کیے گئے معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے غزوۂ احزاب میں دشمنوں کی مدد کی تھی۔ اس لیے احزاب سے فارغ ہونے کے بعد رسول اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بنوقریظہ کی طرف گئے اور اُن کا محاصرہ کیا، جو پچیس دن تک جاری رہا۔(۶۲) بالآخر انہوں نے اپنے حلیف قبیلے کے سردار سعد بن معاذ کو اپنا حاکم تسلیم کرتے ہوئے ان کو فیصلے کا اختیار دیا۔ حضرت سعد بن معاذ ؓ نے فیصلہ دیا:

أن تقتل الرجال وتقسم الأموال، وتسبی الذراری والنساء(۶۳)

ان کے تمام بالغ افراد کو قتل کیا جائے۔ عورتوں و بچوں کو قید بنایا جائے اور ان کی تمام منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد مسلمانوں کے لیے غنیمت ہوگی۔

اس کا یہ واضح مطلب ہوا کہ بنوقریظہ کی تمام منقولہ وغیر منقولہ جائیداد جیسا کہ حضرت سعد بن معاذ ؓ نے فیصلہ کیا تھا، سب مسلمانوں کے حصے میں آئی تھی۔ فتوح البلدان میں بھی اس حوالے سے دو روایات درج ہیں پہلی معمر کی روایت، وہ بیان کرتے ہیں:

قال: سألت الزهری: هل کانت لبني قريظة أرض؟ فقال سديدًا قسمها رسول الله ﷺ بين المسلمين على السهام

میں نے زہری سے پوچھا کیا بنی قریظہ کے پاس کوئی زمین تھی؟ انہوں نے بہ صراحت کہا: ہاں تھی اور وہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں میں بہ حصہ رسدی تقسیم فرمادی تھی/

دوسری روایت ابن عباس ؓ کی ہے:

قسم رسول الله ﷺ أموال بنی قُرَيظَة و خَيبَرَ بين المسلمين (۶۴)

رسول اکرم ﷺ نے بنی قریظہ اور خیبر کے اموال مسلمانوں میں تقسیم فرمادیے۔

واقدی کے مطابق بنوقریظہ کی اراضی بھی دوسرے مالِ غنیمت کی طرح پانچ حصوں میں تقسیم کی

گئی تھی۔ خمس اسلامی ریاست کو ادا کرنے کے بعد باقی چار حصے مجاہدین میں تقسیم کر دیے گئے، جن میں سے جو سوار تھے ان کو حصّہ دو گنا ملا۔ (۶۵)

واقدی مزید بیان کرتے ہیں:

بنو عبد الاشھل، بنو حارثہ، اور بنو معاویہ جو کہ بنو نابت بھی تھے کو بھی ان کا حصہ اراضی کی شکل میں ملا۔ ان کے علاوہ بنو عمرو بن عوف اور دیگر اوس قبیلوں کو بھی ان کا حصہ عنایت کیا گیا۔ اس طرح خزرج کی شاخوں بنو نجار، بنو مازن، بنو مالک، بنو زریق کو بھی ان کے حصے ملے۔ اسی طرح بنو سلمہ، بنو زریق اور بنو حارث کو بھی حصے اراضی کی صورت میں عطا ہوئے۔ (۶۶)

اموالِ بنو قریظہ سے متعلق اس سے زیادہ معلومات مصادر میں موجود نہیں ہیں، نہ ہی اس ضمن میں کسی صحابی کا نام موجود ہے، جنہیں اموال میں سے قطائع یا عطایا عنایت ہوا ہو۔ مذکورہ روایات سے صرف ان کے اموال کے متعلق ہی خبر ملتی ہے کہ وہ مسلمانوں کے لیے مالِ غنیمت قرار پائے تھے اور واقدی نے کچھ انصار خاندانوں کے نام بیان کیے ہیں کہ انہیں ان سے کچھ جائیداد کا حصہ ملا تھا جن کی تفصیل انہوں نے ذکر نہیں کی، نہ ہی کسی دوسرے مصادر میں اس حوالے سے کوئی تفصیل ملتی ہے۔

۳۔ خیبر کے اموال کا معاملہ اور اُن کی تقسیم

خیبر، مدینہ منورہ کے شمال میں تقریباً ایک سو میل کے فاصلے پر ایک بڑا شہر تھا جو کہ قلعوں اور کھیتوں پر مشتمل تھا۔ (۶۷) خیبر سازشوں کا گڑھ تھا۔ ان ہی کی سازشوں کے نتیجے میں خندق کی جنگ کا آغاز ہوا تھا۔ یہی تھے جنہوں نے بنی قریظہ کو لڑائی پہ آمادہ کیا، انہوں نے مسلسل سازشی کاروائیوں سے مسلمانوں کو آزمائش میں ڈال رکھا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بار بار فوجی مہمیں بھی بھیجیں لیکن یہ باز نہیں آئے چوں کہ اس وقت مسلمان قریش سے جو یہود سے بھی بڑی قوت تھے برسرِ پیکار تھے، اس لیے مسلمان ان کی طرف رخ نہیں کر سکتے تھے، لیکن جیسے ہی مسلمانوں کی قریش کے ساتھ محاذ آرائی ختم ہوئی تو ان کا فیصلہ کرنے کا وقت آ گیا تھا اور مسلمانوں نے خیبر کی طرف آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قیادت میں پیش قدمی کی۔ (۶۸) مسلمانوں نے مہینہ بھر ان کا محاصرہ رکھا۔ جب یہودیوں کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جان بخشی کی درخواست کی اور کہا کہ ہم یہاں سے

چلے جاتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری جان بخشی کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کو منظور فرمالیا۔ جب خیبر والوں کو امان حاصل ہوگئی تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک اور درخواست بھیجی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم کو ہمارے باغوں اور کھیتی باڑی پر برقرار رکھیں، ہم نصف پیداوار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا کریں گے اور نصف پیداوار ہم خود رکھ لیا کریں گے، کیوں کہ ہم کو اس کام کی بہت واقفیت ہے اور زمین کو درست کرنے اور قابلِ زراعت بنانے میں ہم بڑے تجربہ کار ہیں۔ (۶۹) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی درخواست اس شرط پر قبول فرمائی کہ وہ انہیں تب تک وہاں برقرار رکھیں گے، جب تک اللہ تعالیٰ انہیں برقرار رکھے اور ان سے پھلوں اور غلوں کی آدھی بٹائی پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاملہ طے فرمالیا۔ (۷۰)

خیبر کی اراضی بھی زرخیز اور زرعی اراضی تھی جو کھجوروں کے باغات اور کھیتوں پر مشتمل تھی، جہاں سبزیوں کے کھیت، کھجوروں کے باغات ہی میں واقع ہوتے تھے، جہاں سبزیاں ان درختوں کے زیرِ سایہ کاشت کی جاتی تھیں۔ (۷۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کو چھتیس حصوں میں تقسیم فرمایا اور ہر حصے کے سو حصے فرمائے۔ جن میں سے اٹھارہ حصے ان حقوق وضروریات کے لیے تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر واجب تھیں اور اسی میں ان مہمانوں اور وفود کے مصارف تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے تھے اور باقی اٹھارہ حصے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں میں تقسیم فرمادیے۔ (۷۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان حصوں میں سے عام مسلمانوں کی طرح ایک ہی حصہ تھا۔ (۷۳)

واقدی کے مطابق خیبر کے اموال غنیمت کے طور پر تقسیم ہوئے تھے اور خیبر کا قلعہ ''کتیبہ'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خمس قرار پایا تھا اور اسی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صدقات وعطایا عنایت فرمایا کرتے تھے۔ (۷۴)

واقدی کتیبہ کی سالانہ پیداوار سے متعلق لکھتے ہیں:

> کتیبہ میں کھجور کی کل پیداوار آٹھ ہزار وسق سالانہ تھی، جس میں سے نصف پیداوار یہودیوں کو اور نصف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملا کرتی تھی۔ کتیبہ کی ''جَو'' کی پیداوار تین ہزار صاع تھی، وہ بھی ان میں نصف نصف تقسیم ہوجاتی تھی۔ اس کی نوئی (گٹھلی) کی پیداوار عام طور سے ایک ہزار صاع تھی، اس کا نصف حصہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا۔

اسی سے آپ ﷺ مسلمانوں کو عطیہ صدقہ کیا کرتے تھے۔ (۷۵) یعنی نصف حصہ ہونے کے بعد مسلمانوں کو آٹھ ہزار وسق کھجور میں سے چار ہزار وسق کھجور کی ملتی تھی اور چار ہزار یہودیوں کو۔ اسی طرح اگر جَو کی تین ہزار صاع پیداوار کا نصف کیا جائے تو پندرہ سو صاع مسلمانوں کے حصے میں آتا ہے اور پندرہ سو صاع یہودیوں کے۔ اسی طرح ایک ہزار صاع میں سے پانچ سو صاع مسلمانوں کے حصے میں آتی تھیں۔

اب ہم مسلمانوں کے خیبر میں مقرر کردہ حصوں اور اُن حصوں کے اوپر مقرر نگران امیروں کی تفصیل جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان افسروں کی کیا ذمے داری تھی۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ نگران افسر اپنے اپنے حصوں کی پیداوار کا تخمینہ لگانے اور انہیں تقسیم کرنے خیبر بھیجے جاتے۔ جب فصل پک جاتی تو یہ وہاں جا کر اپنے حصے کی تمام پیداوار کو دو برابر ڈھیروں میں بانٹ دیتے تھے اور یہودی کاشت کاروں کو اختیار دیتے تھے کہ جو ڈھیر چاہے لے لیں۔ (۷۶) اس سے متعلق ہم سیرت کی کتابوں میں بارہا دفعہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کا قصہ پڑھ چکے ہیں، جس میں وہ یہودیوں کو اختیار دیتے تھے کہ وہ اپنی مرضی سے اپنے لیے جو ڈھیر لینا چاہیں لے لیں جس پر یہودیوں نے ان سے کہا تھا کہ یہی حق ہے اور اسی پر زمین و آسمان قائم ہے۔ (۷۷)

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ خمس کے افسر تھے اور واقدی کے مطابق خمس میں ''کتیبہ'' کا حصہ آیا تھا اور کتیبہ سے حاصل ہونے والی پیداوار کا ابھی ہم ذکر کر چکے ہیں۔

ابن اسحاق خیبر کے غنیمت سے ملنے والی خمس اور باقی اموال کی تقسیم سے متعلق بیان کرتے ہیں:

> رسول اللہ ﷺ نے مالِ غنیمت میں سے خمس نکالا جو خدا اور رسول ﷺ اور ذوی القربیٰ اور یتیموں اور مسکینوں کا حصہ تھا۔ اسی میں سے ازواجِ مطہرات کا خرچ بھی نکالا جو اُن کا حصہ تھا۔ اس کے علاوہ وہ لوگ جنہوں نے فدک والوں سے صلح کرائی، انہیں بھی اس میں سے عطایا عنایت فرمایا۔ حضرت محیصہ بن مسعود جو انہیں صلح کرانے والوں میں تھے، آپ ﷺ نے انہیں تیس وسق کھجوریں عنایت فرمائی۔ جو باقی مالِ غنیمت تھا وہ آپ ﷺ نے اُن مسلمانوں میں تقسیم فرمایا جو حدیبیہ کے واقعے میں آپ ﷺ کے ساتھ موجود تھے، چناں چہ یہ سب لوگ جو حدیبیہ کے موقع پر تھے،

وہ سب خیبر کی جنگ میں بھی موجود تھے سوائے حضرت جابر بن عبداللہ کے یہ حدیبیہ میں تو موجود تھے، لیکن خیبر کی جنگ میں موجود نہیں تھے، مگر آپ ﷺ نے اُن کا بھی حصہ لگایا۔(۷۸)

خیبر کی جنگ میں شرکت کرنے والے افراد کی تعداد چودہ سو تھی، جن میں دو سو گھوڑے بھی تھے، اس لیے نبی کریم ﷺ نے ان کے کُل اٹھارہ سو حصوں میں سے چودہ سو حصے آدمیوں کے، چار سو حصے دو سو گھوڑوں کے (اُن کے مالکوں کے) مقرر کیے۔ اس طرح سو سو آدمیوں کا ایک حصہ قرار دے کر آپ ﷺ نے مال کو اٹھارہ حصوں میں تقسیم کر دیا۔(۷۹)

خیبر کی پیداوار کے مقرر کردہ حصوں کی تفصیل جاننے کے بعد اب ہم ان باقی نگران افسروں کا ذکر کریں گے جو ان چیزوں کی پیداوار کے حصوں پر مقرر تھے، جن کے ذمے پیداوار کا تخمینہ اور تقسیم تھی۔ خمس کے حصے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں، اب ہم باقی اٹھارہ حصوں کے اٹھارہ نگران افسروں کی تفصیل جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ واقدی اور ابن اسحاق کی کتابوں میں ان کے ناموں کی تفصیل ملتی ہے، جب کہ ابن اسحاق نے ان کے حصے بھی بیان کیے ہیں، لیکن ان دونوں مآخذوں میں تفصیل ہونے کے باوجود ہمیں مکمل اٹھارہ افسروں کے بارے میں معلومات نہیں ملتی۔ ہمیں کل بارہ حضرات کے نام معلوم ہو سکے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت عاصم بن عدیؓ
۲۔ حضرت علیؓ بن طالب
۳۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ
۴۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ
۵۔ حضرت معاذ بن جبلؓ
۶۔ حضرت اُسید بن حضیرؓ
۷۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ
۸۔ حضرت فردہ بن عمروؓ
۹۔ حضرت عمر فاروق بن خطابؓ
۱۰۔ حضرت سعد بن عبادہؓ

۱۱۔حضرت بریدہ بن حصیبؓ

۱۲۔حضرت زبیر بن عوام۔(۸۰)

ابن اسحاق کے مطابق خیبر کی وادی خاص جسے وادئ نطاۃ بھی کہتے ہیں، اس میں کل پانچ حصے تھے (یعنی پانچ سو) اور اس کے پاس دوسری وادی جس کا نام وادی سریر تھا اس کو وادی شق بھی کہتے تھے، اس وادی میں مسلمانوں کے تیرہ حصے مقرر ہوئے، (یعنی تیرہ سو) چناں چہ اس طرح مجموعی طور پر کل اٹھارہ (یعنی اٹھارہ سو) حصے مقرر ہوئے۔(۸۱)

خیبر کے اموال کی کثرت اور اس سے مسلمانوں کو حاصل ہونے والی معاشی خوش حالی اور آسودگی کا اندازہ ابن عمرؓ کی اس روایت سے ہوتا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

مَاشَبِعْنَا حَتّٰی فَتَحْنَا خیبر (۸۲)

ہم لوگ آسودہ نہیں ہوئے یہاں تک کہ ہم نے خیبر فتح کرلیا۔

اسی طرح حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

لَمَّا فُتِحَتْ خَیبَرُ قُلْنَا: الآن نشبَعُ مِنَ التَّمر (۸۳)

جب خیبر فتح ہوا تو ہم نے کہا کہ اب ہمیں پیٹ بھر کر کھجور ملے گی۔

خیبر میں جب مسلمانوں کو اموالِ غنیمت میں سے حصہ ملا تو مدینہ منورہ واپس آنے پر مہاجرین نے انصار کو ان کے عطیات واپس کردیے تھے، جو اُن کو انصار نے ان کی امداد کے طور پر دیے تھے، جن میں کھجوروں کے درخت بھی شامل تھے۔ مہاجرین معاشی طور پر خود کفیل ہوگئے تھے، اس لیے اب ان کو ان کی حاجت نہیں رہی تھی۔(۸۴)

ان سب روایات اور تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ خیبر کی فتح کے بعد مسلمانوں کی حالت میں مزید بہتری آگئی تھی اور یہ اسی نعمت اور اللہ تعالیٰ کے فضل کا تسلسل تھا، جس کا آغاز بنونضیر کے اموال کی صورت میں مسلمانوں کو حاصل ہوا تھا۔

۴۔وادی القریٰ کا معاملہ

خیبر سے واپسی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وادی القریٰ تشریف لے گئے، کیوں کہ وہاں بھی ایک یہود جماعت آباد تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی، لیکن انہوں نے انکار کیا اور مسلمانوں

کے ساتھ جنگ کی اور اُن پر تیر برسانے شروع کر دیے، لیکن مسلمانوں نے اُن کو شکست دے کر فتح حاصل کر لی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ علاقہ بھی قوت سے فتح فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اموال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے غنیمت کر دیے اور سامان واموال کی کثیر تعداد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس علاقے کے یہودیوں کے ساتھ بھی خیبر کی طرح معاملہ کیا اور ان سے خمس لیا اور اراضی ونخلستان اُن کے پاس ہی رہنے دیا۔ اس کے علاوہ ان ہی کو ان زمینوں پر کارندہ مقرر فرمایا۔(۸۵)

۵۔فدک

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر پہنچ کر محیصہ بن مسعودؓ جن کا ذکر ہم خیبر کی بحث میں کر چکے ہیں، جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی خدمت کے صلے میں عطایا عنایت فرمایا کو فدک کے یہود کے پاس بھیج دیا تھا، لیکن فدک کے یہودیوں نے بھی اسلام قبول کرنے میں پس وپیش سے کام لیا، مگر جیسے ہی اُنہیں خیبر کی فتح کی خبر ملی کہ وہ بھی مسلمانوں کے زیرِ دست آ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رعب میں آتے ہوئے انہوں نے خیبر ہی کی طرح فدک کی اراضی کی نصف پیداوار پر معاملہ طے کرنے کے لیے صلح کی پیش کش کی جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول کر لیا۔ اسی لیے فدک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خاص تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خالصہ مقرر ہوا جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مالِ فے بھی کہا جاتا ہے، کیوں کہ اسے مسلمانوں نے بہ زورِ قوت فتح نہیں کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسافروں اور مہمانوں کا خرچ اسی سے حاصل ہونے والی آمدنی سے فرماتے تھے۔(۸۶)

۶۔تیما

تیما کے یہودیوں کو جب خیبر اور فدک اور وادی القریٰ کے معاملات کی خبر پہنچی کہ مسلمانوں نے انہیں زیر کر لیا ہے تو انہوں نے مسلمانوں کے خلاف محاذ آرائی کا راستہ اپنانے کے بہ جائے مصالحت کا راستہ اپنا لیا اور اپنا ایک آدمی بھیج کر خود صلح کی پیشکش کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی صلح کی پیشکش قبول فرمالی اور اُن پر جزیہ مقرر فرمایا، جو انہوں نے قبول کر لیا۔ اس طرح وہ اپنے مال ومتاع میں مقیم رہے۔(۸۷)

۴۔عہد نبوی کے معاشی نظام میں بنجر اراضی کی آبادکاری سے افادیت

کسی بھی ملک کی معیشت کے استحکام میں اس کے زرعی نظام کا بہت عمل دخل ہوتا ہے۔ زرعی

طور پر خود کفیل ملک اپنی معیشت کو زرعی پیداوار اور زرعی اجناس کی خرید وفروخت اور برآمدات سے مستحکم بنا سکتا ہے، اس لیے کسی بھی معاشی نظام میں زمین اور زراعت کی بہت اہمیت ہوتی ہے اور زراعت کے لیے زرخیز زمین تو فائدہ مند ہوتی ہی ہے، لیکن اگر وہاں کی بنجر اور بے کار زمینوں کو بھی زرعی تدابیر کے ذریعے قابلِ کاشت بنالیا جائے تو ایسے میں اس ملک کی معاشی خوش حالی اور آسودگی یقینی ہو جاتی ہے۔

اسی اہمیت کے پیشِ نظر نبی کریم ﷺ نے حتی الامکان کوشش کی کہ غیر آباد اور بنجر اراضی کو ایسے ہی بے کار اور غیر آباد نہ رہنے دیا جائے، بل کہ انہیں آباد کیا جائے۔ اس کے ساتھ ہی وہ زمینیں جو افتادہ یا لاوارث ہیں انہیں بھی مزروعہ بنالیا جائے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے جہاں زرعی اراضی کو اِقطاع فرمایا، وہیں بنجر اراضی کو مزروعہ بنانے کے لیے اسے بھی اِقطاع فرمایا، تاکہ زرعی اراضی کی طرح بنجر اور غیر آباد اراضی بھی قابلِ کاشت بنائی جائے اور اس سے بھی زرعی پیداوار حاصل ہو، تاکہ بے کار اور معطل پڑی ہوئی زمین بھی ملکی معیشت کی ترقی میں اضافے کا باعث بن سکے۔

ہم یہ بات پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں کہ کسی ملک کے معاشی نظام کو چلانے کے لیے زمین کی پیداوار کا کردار تو ہوتا ہے، لیکن زمینوں پر محصول بھی مقرر کیا جاتا ہے اور آپ ﷺ نے بھی مقرر فرمایا، جیسے زمین کی پیداوار پر عشر وغیرہ اور ان میں آپ ﷺ کی اِقطاع کی ہوئی اراضی بھی شامل تھیں جن پر عشر مقرر تھا، لیکن آپ ﷺ کی اِقطاع کی ہوئی اراضی اگر بنجر اور بے آباد ہوتی تو اُس پر اس وقت تک محصول یا عشر لاگو نہیں ہوتا تھا، جب تک وہ آباد نہ ہو جاتی۔ آباد یا قابلِ کاشت ہونے کے بعد ہی اس کا مالک یا آباد کنندہ محصول ادا کرنے کا مکلف یا اہل ہوتا۔ (۸۸) تاکہ وہ آسانی اور بغیر کسی پریشانی اور دباؤ کے زمین کی کاشت میں اپنی محنت صرف کرے۔ اس کے علاوہ زمین کی آبادکاری کے لیے تین سال کی مدت ہوتی۔ تین سال کے بعد اگر وہ شخص اسے آباد نہیں کر سکتا، تو اس کا اِقطاع منسوخ ہو سکتا تھا۔ کتاب الخراج میں امام ابو یوسفؒ نے اس سے متعلق نبی کریم ﷺ کا قول درج کیا ہے:

عادی الارض للہ وللرسول ثم لکم من بعد، فمن أحیا أرضا میتة فھی لہ ولیس لمحتجر حق بعد ثلاث سنین (۸۹)

عادی الارض (قدیم، افتادہ زمینیں) اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہیں، پھر اس کے بعد تمہارے لیے ہیں، پس جس شخص نے اس کو کاشت کرلیا تو وہ اسی کی ملک ہے اور بے کاشت رو کے رکھنے والے کا حق تین سال کے بعد ساقط ہو جاتا ہے۔

ایسی بنجر اراضی جسے محنت کر کے قابلِ کاشت بنایا جائے تو اسے فقہی اصطلاح میں ''اِحیاء الارض'' یا ''اِحیاء الموات'' کہا جاتا ہے، کیوں کہ ایسی بنجر اراضی جو بے آباد، ویران اور اجاڑ ہو تو یہ بے آبادی اور ویرانی اس زمین کی موت کے مترادف ہے۔ اس لیے ایسی بنجر اراضی کے لیے مردہ زمین یا ''اَرض الموات'' کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے اور جب ایسی مردہ اور بے جان بنجر زمین کو قابلِ کاشت بنایا جاتا ہے تو ایسی زمین کی آبادکاری اسے زندگی دینے کے مترادف ہے۔ اس لیے مردہ زمین کی آبادکاری کو ''اَحیاء الارض'' کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ چناں چہ جتنی بھی احادیثِ مبارکہ یا فقہ کی کتابیں بنجر زمین کی آبادکاری سے متعلق بحث کرتی ہیں، وہاں ان کے ابواب ''اَحیاء الموات'' کے نام سے تحریر کیے گئے ہیں، یعنی بنجر زمین کی آبادکاری۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بنجر ارضیات آبادکاری کے لیے کن افراد کو دی تو اس بارے میں واضح تفصیلات اور نام مصادر میں نہیں ملتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بنجر اراضیات آبادکاری کے لیے فلاں فلاں صحابہ کو دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قطائع عنایت کرنے کے تحت جو روایت مصادر میں موجود ہیں، اُن سے کسی حد تک معلوم ہوسکتا ہے، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِقطاع سے متعلق وثائق میں جگہ کا ذکر ہے جیسے مشرج بن خالد کے نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان میں جس قطعۂ زمین کا ذکر ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اِقطاع فرمائی، اس سے متعلق ''بادیۃ'' کا لفظ استعمال ہوا ہے، یعنی صحرا یا بیابان میں قطعۂ اراضی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اِقطاع فرمائی اور صحرا یا بیابان آباد تو ہرگز نہیں ہو سکتے، کیوں کہ یہ تو ویران اور بے آباد ہوتے ہیں تو یقیناً یہ اراضی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں آبادکاری کے لیے عنایت کی ہوگی۔ (۹۰)

اسی طرح قبیلہ جہنیہ کو جو اراضی اجتماعی طور پر اِقطاع کی گئی، ان میں مزروعہ اور غیر مزروعہ یعنی (یعنی بنجر اراضی) دونوں شامل تھیں جس کا واضح ذکر اِقطاع سے متعلق وثیقے میں درج ہے۔ اس کے علاوہ وثیقے میں یہ بھی لکھا جاتا ہے کہ اِقطاع میں وہاں کے پہاڑی ٹیکرے اور ان کا دامن بھی شامل ہے۔ پہاڑی ٹیکرے اور سخت چٹانوں سے مراد بھی ''اَرض الموات'' ہی ہے تو قبیلہ جہنیہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے بنجر اراضی بھی آباد کاری کی غرض سے عنایت فرمائی۔(۹۱)

اسی سے متعلق ایک روایت یحییٰ بن آدم نے ذکر کی ہے:

نبی کریم ﷺ نے بعض لوگوں کو زمینیں اِقطاع فرمائی، جو کہ قبیلہ مزنیہ وجہنیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے اراضی کو بے آباد اور بے کار چھوڑا تھا، جس پر حضرت عمر فاروقؓ کے زمانۂ خلافت میں دوسرے لوگوں نے جا کر اسے آباد کرلیا۔ جب حضرت عمرؓ کے سامنے معاملہ پیش کیا گیا تو آپؓ نے مزنیہ وجہنیہ کے لوگوں سے فرمایا کہ اگر یہ اِقطاع میرا یا ابوبکرؓ کی طرف سے ہوتا تو میں اسے منسوخ کر دیتا، لیکن یہ اِقطاع رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہے تو یہ منسوخ نہیں ہوسکتا۔ زمین کی آبادی تین سال کے اندر ضروری ہے۔(۹۲)

قبیلہ مزنیہ اور جہنیہ کے افراد نے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی اراضیات کو جو انہیں عنایت کی گئی تھیں، بے کار اور بے آباد رکھ چھوڑا تھا اور یہ زمینیں مدتوں بے کار پڑی ہوں گی اور ایسی ویران حالات میں ہوں گی اور دوسرے لوگوں نے اسے وہاں جا کر آباد اور قابل کاشت بنایا ہوگا۔

اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ آں حضرت ﷺ نے انہیں بنجر اور غیر آباد زمینیں اِقطاع فرمائی تھی تا کہ وہ انہیں قابلِ کاشت اور مزروعہ بنائیں، جس کے نتیجے میں ان بے کار زمینوں سے بھی انہیں اور مسلم ریاست کو معاشی طور پر فائدہ پہنچ سکے۔ اسی وجہ سے حضرت عمر فاروقؓ نے ان کو سرزنش کی کہ انہوں نے اسے بے کار کیوں چھوڑا ہوا تھا؟ اس واقعے سے یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ بنجر اراضی کی ملکیت اسے آباد کرنے کے ساتھ ہی منسلک ہے؟ اگر تین سال تک بھی وہ اسے آباد نہ کر پائے تو اُس کا اِقطاع مسنوخ کر دیا جاتا ہے اور یہی زمین کسی اور شخص کو دے دی جاتی ہے تا کہ وہ اسے آباد کر کے اس کا فائدہ اُٹھا سکے کیوں کہ ایسی زمینوں کا اِقطاع تو آباد کاری یا اس سے فائدہ اُٹھانے کی غرض سے کیا جاتا ہے، اگر اسے بے کار رکھا جائے اور اس سے فائدہ نہ اُٹھایا جائے تو پھر اس اِقطاع کا منسوخ کیا جانا ہی درست ہے تا کہ کوئی اور شخص اسے کام میں لا سکے۔

بنجر زمینوں کے اِقطاع سے متعلق یہ بات طے ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مختلف افراد اور قبائل کو بنجر اراضیات بھی اِقطاع فرمائی، تا کہ وہ اسے آباد کر کے قابلِ کاشت بنائے۔ آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین نے بھی سنتِ طیبہ ﷺ کی اس روایت کو جاری رکھا جیسے کہ ''الجرف'' کی مردہ

اور بنجر اراضی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت زبیرؓ کو بہ غرض آبادکاری اِقطاع کی، کیوں کہ ریاست کی معیشت اور مالی خوش حالی کا یہ بھی ایک ذریعہ تھا۔ اس سے ایک طرف تو بے آباد زمینیں آباد ہوجاتی تھی اور اس سے غلہ یا پیداوار حاصل ہوتی تھی، تو دوسری طرف اس زمین کا مالک اس زمین کے قابلِ کاشت ہونے کے بعد اگر معاشی طور پر اس قابل ہوتا کہ وہ ٹیکس ادا کر سکے تو وہ اس زمین پر نافذ عشر ادا کرتا جو بیت المال میں جمع ہوتا اور لوگوں کی بھلائی اور مفاد عامہ کے کاموں میں خرچ ہوتا۔

آخر میں ہم سنن دارمی میں درج آپ ﷺ کی ایک حدیث ذکر کریں گے جس میں آپ ﷺ بنجر اراضی کی آبادکاری کو باعث اجر بتلاکر مسلمانوں کو زمینوں کو آباد کرنے کی ترغیب فرمارہے ہیں۔ ارشاد پاک ہے:

مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَيِّتَةً فَلَهُ فِيهَا أَجْرٌ وَمَا أَكَلَتِ الْعَافِيَةُ مِنْهَا فَلَهُ فِيهَا صَدَقَةٌ (۹۳)

جو شخص بنجر زمین آباد کرے گا اس کے لیے وہ باعثِ اجر ہے جو پرندے اس سے کھائیں گے وہ اس کے لیے صدقہ ہے۔

۵۔ زراعت اور باغ بانی کے فضائل اور معاشی خوش حالی میں ان کی اہمیت سنتِ طیّبہ کی روشنی میں

اگر ہم انسانی تاریخ کے مختلف ادوار کا مطالعہ کریں اور اس وقت کے معاشی نظام کا جائزہ لیں تو یہ حقیقت ہمارے سامنے واضح ہوگی کہ ہر دور کے معاشی نظام میں زراعت اور اور اس سے متعلق شعبے جیسے باغ بانی وغیرہ کو بنیادی اور مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے اور اس کی اہم اور بنیادی وجہ یہ ہے کہ انسانی غذا کا انحصار زراعت اور باغ بانی پر ہے۔ (۹۴) انسان کیا تمام چرند پرند اپنی غذا کا بڑا حصہ درختوں اور کھیتوں سے حاصل کرتے ہیں۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے زراعت، کھیتی باڑی اور درخت لگانے کے عمل کو باعث اجر اور مسلمانوں کے لیے صدقہ قرار دیا ہے، چاہے کاشت کار یا باغ بان کی نیت صدقے کی ہو یا نہ ہو، اس کی بوئی ہوئی کاشت یا اُگائے ہوئے درخت سے کوئی چرند، پرند خوارک حاصل کرے تو یہ عمل اس کے لیے صدقہ جاریہ ہوگا۔ زراعت سے حاصل ہونے والے ثواب سے متعلق نبی کریم ﷺ کے ارشادات گرامی درج ذیل ہیں، جس سے زراعت اور باغ بانی

کے گراں قدر فضائل کا اندازہ ہوتا ہے۔

ا۔ مسند احمد اور مجمع الزوائد میں حضرت ابوایوب انصاری سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَا مِنْ رَجُلٍ یَغْرِسُ غَرْسًا إِلاَّ کَتَبَ اللہ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ قَدْرَمَایَخْرُجُ مِنْ ثَمَرِ ذٰلِکَ الْغَرْس (۹۵)

جس شخص نے کوئی درخت لگایا تو اللہ تعالیٰ اس درخت سے حاصل ہونے والے پھل کی مقدار کے برابر اس کے لیے اجر لکھ دیتے ہیں۔

اسی سلسلے میں ایک اور ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جو صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَامِنْ مُسْلِمٍ یَغْرِسُ غَرْسًا إِلاَّ کَانَ مَاأُکِلَ مِنْهُ لَهُ صَدَقَةٌ وَمَا سُرِقَ مِنْهُ لَهُ صَدَقَةٌ وَمَاأَکَلَ السَّبُعُ مِنْهُ فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ وَمَاأَکَلَتِ الطَّیْرُ فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ وَلاَیَرْزَؤُهُ أَحَدٌ إِلاَّ کَانَ لَهُ صَدَقَة (۹۶)

جو مسلمان درخت لگائے پھر اس میں سے کوئی کھائے تو لگانے والے کو صدقے کا ثواب ملے گا اور اس سے جس قدر چوری کیا جائے گا اس میں بھی صدقے کا ثواب ملے گا اور جو درندے کھا جائیں اس میں بھی صدقے کا ثواب ملے گا اور جو پرندے کھا جائیں، اس میں بھی صدقے کا ثواب ملے گا۔ اور نہیں کم کرے گا کوئی اس کو، مگر صدقے کا ثواب ملے گا۔

اسی طرح صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالکؓ کی ایک روایت ہے جس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھیتی اور باغ بانی کے عمل کو کاشت کار کے لیے صدقہ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

مَامِنْ مُسْلِمٍ یَغْرِسُ غَرْسًا، اَوْ یَزْرَعُ زَرْعًا فَیَأْکُلُ مِنْهُ طَیْرٌ أَوْ إِنْسَانٌ اَوْ بَهِیمَةٌ إِلاَّ کَانَ لَهُ بِهٖ صَدَقَةٌ (۹۷)

کوئی بھی مسلمان جو ایک درخت کا پودا لگائے یا کھیت میں بیج بوئے، پھر اس میں سے پرند یا انسان یا جانور جو بھی کھاتے ہیں وہ اس کی طرف سے صدقہ ہے۔

اس حدیث کی شرح میں علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

وفیه حصول الاجر للغارس والزارع وإن لم يقصد ذلک حتی لو غرس وباعه، أو ذرع وباعه کان له بذلک صدقه لتوسعة علی الناس فی أقواتهم (۹۸)

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ درخت لگانے والے اور کھیتی کرنے والے کو اس عمل پر اجر وثواب ملتا ہے، خواہ اس نے اس ثواب کا ارادہ بھی نہ کیا ہو حتیٰ کہ اس نے درخت بویا اور فروخت کردیا اور کاشت کی اور اس کو فروخت کردیا، تب بھی یہ اس کے حق میں صدقہ ہو جائے گا، اس لیے کہ اس کا یہ عمل مخلوقِ خدا کی روزی میں اضافے کا باعث ہوا ہے۔

ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے کاشت کار کے درخت لگانے کے عمل کو قیامت تک کے لیے اُس شخص کے لیے صدقہ قرار دیا ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اُمّ معبد کے باغ میں تشریف لے گئے اور فرمایا:

يَا أُمَّ مَعْبَدَ مَنْ غَرَسَ هٰذَا النَّخْلَ؟ أَمُسْلِمٌ أَمْ كَافِرٌ؟ فَقَالَتْ بَلْ مُسْلِمٌ قَالَ: فَلَا يَغْرِسُ الْمُسْلِمُ غَرْسًا فَيَأْكُلَ مِنْهُ إِنْسَانٌ وَلَا دَابَّةٌ وَلَا طَيْرٌ إِلَّا كَانَ لَهُ صَدَقَةً إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (۹۹)

اے اُمِّ معبد! یہ درخت کھجور کے کس نے لگائے مسلمان نے یا کافر نے؟ وہ بولی۔ مسلمان نے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کوئی درخت لگائے اور اس میں سے کوئی آدمی یا چار پایہ یا پرندہ کچھ کھائے تو اس کو صدقے کا ثواب ملے گا قیامت کے دن تک۔

امام نوویؒ کہتے ہیں:

اس سے درخت لگانے اور کھیتی باڑی کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس کا ثواب ہمیشہ ہمیشہ جاری رہے گا، جب تک وہ درخت اور کھیت قائم رہیں گے اور قیامت تک ان سے پیداوار حاصل ہوتی رہے۔ (۱۰۰)

جہاں تک زمین کی آبادکاری کا تعلق ہے، خواہ وہ کھیتی باڑی، باغ بانی یا اس پر عمارت کی تعمیر کی صورت میں ہو یہ سب انسان کی بنیادی اور اہم ضرورتوں میں سے ایک ہے۔ امام حصاصؒ نے تو زمین کی آبادی کو واجب اور فرض فعل قرار دیا ہے، وہ سورۂ ھود کی آیت ۶۱ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد "**هُوَ**

أَنْشَاكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ مِنْهَا" (۱۰۱) ''اس نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور اس میں آباد کیا'' کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَفِيهِ الدَلَالة على وجوب عمارة الأرضِ للزراعة و الغراس و الأبنية (۱۰۲)

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ زمین کا آباد کرنا، زراعت، باغ بانی کے ذریعے سے واجب ہے۔

مناظر احسن گیلانی امام حصاصؒ کی اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے زمین کی آباد کاری کو جس میں زراعت اور کھیتی کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، مسلمانوں کے لیے قرآنی فرائض میں سے ایک فرض قرار دیتے ہیں۔ (۱۰۳)

ان دونوں صاحبین کا استدلال درست ہے، کیوں کہ زمین کی آباد کاری میں عمارت کی تعمیر کے ساتھ ساتھ کھیتی باڑی اور باغ بانی کا عمل بھی شامل ہے، جو کہ رزق حاصل کرنے کا سب سے اہم ذریعہ ہے۔ اس لیے انہوں نے انسانی رہائش اور رزق کے حصول کی بنا پر زمین کی آباد کاری کے عمل کو واجب اور قرآنی فرائض میں سے ایک فرض قرار دیا ہے۔ زمین کی آبادی سے متعلق ایک حدیثِ قدسی ہے جس میں ارشاد ہوا ہے:

عمر وابلادی فعاش فیها عبادی (۱۰۴)

میری بستیوں کو آباد کرو تا کہ میرے بندے اس میں زندگی بسر کر سکیں۔

اما سرخسیؒ اس حدیث کو زراعت اور کھیتی باڑی کے بہتر ہونے کی دلیل کے طور پر ذکر کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

فلهذا قلنا: هذا الفعل حسن من كل أحد (۱۰۵)

پس یہی وجہ ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ یہ عمل (زراعت) دوسرے ہر پیشے سے بہتر ہے۔

کیوں کہ زراعت اور باغ بانی ایسا پیشہ ہے جس سے ہم خوراک حاصل کرتے ہیں، اسی لیے اسے دوسرے پیشوں سے پاکیزہ قرار دیا جاتا ہے کیوں کہ یہ حصولِ رزق کا ذریعہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے:

أُطْلُبُوا الرِّزْقَ فِي خَبَايَا الْأَرْضِ (۱۰٦)

رزق کو زمین کی پنہائیوں میں تلاش کرو۔

اس حدیث سے صاف واضح ہوتا ہے کہ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد کھیتی باڑی اور زراعت ہے، جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حصولِ رزق کا ذریعہ قرار فرما رہے ہیں۔ امام سرخسیؒ اس حدیث کی وضاحت میں ''یعنی عمل الزراعۃ'' کے الفاظ لکھتے ہیں۔(۱۰۷) پس اس حدیث سے مراد زراعت اور کھیتی باڑی کا عمل ہے جس کو زمین کی پنہائیوں میں ہم بہ طور رزق تلاش کرتے ہیں۔

زراعت کے پیشے کی فضیلت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام بھی اس پیشے سے وابستہ رہے ہیں۔ المستدرک میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ایک طویل روایت میں مروی ہے، جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انبیائے کرام اور ان کے پیشوں کے متعلق فرمایا ہے۔ اس روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ دونوں انبیائے کرام علیہم السلام (زراعت) کے پیشے سے منسلک تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق فرماتے ہیں:

أحدثک عن آدم علیه السلام أنهُ کانَ حراثًا (۱۰۸)

میں تمہیں حضرت آدم علیہ السلام کی خبر دیتا ہوں وہ کھیتی باڑی کیا کرتے تھے۔

اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرماتے ہیں:

وَأحدثک عن ابراهیم علیه السلام کان عبدًازرعًا (۱۰۹)

اور میں تمہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خبر دیتا ہوں کہ وہ کاشت کاری کیا کرتے تھے۔

خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام ''جرف'' میں اپنے ہاتھوں سے کھیتی باڑی اور کاشت کاری فرمائی ہے۔ امام سرخسیؒ المبسوط میں اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَأزرع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالجرف (۱۱۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''جرف'' میں خود کاشت کاری کی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاداتِ مبارکہ کے حوالہ سے زراعت اور باغ بانی کی فضیلت اور اجر وثواب کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔ اب ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتِ طیبہ کے حوالے سے اس شعبے کا جائزہ لیں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زراعت اور باغ بانی کے شعبے میں کس قدر دل چسپی کا اظہار فرمایا اور مسلمانوں کی معاشی خوش حالی میں ان کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے کس طرح مسلمانوں کو کاشت کاری اور

باغ بانی کی ترغیب فرمائی اور ان کی حوصلہ افزائی کی۔ہم نے پہلے بھی جیسے ذکر کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہ ذاتِ خود مقامِ جرف میں کاشت کاری کی۔(۱۱۱)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بہ نفسِ نفیس صحابہ کرام ؓ کے باغات میں تشریف لے جاتے، ان سے ان کے باغوں سے متعلق استفسار فرماتے جیسے کہ ہم نے اُمّ معبدؓ کی حدیث ذکر کی ہے۔یہی حدیث سنن دارمی میں دوسری سند سے منقول ہے جس میں خاتون جن کے باغ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے تھے، ان کا نام اُمّ بشر درج ہے، وہ خاتون خود بیان کرتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے باغ میں تشریف لے گئے اور ان سے دریافت فرمایا کہ یہ درخت کس نے لگائے ؟ مسلمان نے یا کافر نے؟ میں نے جواب دیا: مسلمان نے۔تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی مسلمان درخت لگاتا ہے اور اس کے لگائے ہوئے درخت سے چرند پرند کھاتے ہیں تو وہ اس کے لیے صدقہ بن جاتا ہے۔(۱۱۲) اور صحیح مسلم میں تو یہ الفاظ درج ہیں کہ ''یہ اس کے لیے قیامت تک کے لیے صدقہ ہے''(۱۱۳) یعنی یہ عمل اس کے لیے صدقہ جاریہ بن جاتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان الفاظ سے مسلمانوں کو درخت لگانے اور باغ بانی کرنے کی ترغیب فرمائی ہے اور انہیں اس عمل کے بے پناہ اجر جو کہ اس کے لیے صدقہ جاریہ کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردیا جاتا ہے، اس کی خبر دی۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا کہ ہم نے ذکر کیا صحابہ کرامؓ کے باغات میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔اسی حوالے سے بخاری میں روایت ہے:

> آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوطلحہ انصاریؓ جو انصار میں زیادہ مال دار تھے اور ان کے بہت باغات تھے ان کا ایک باغ ''بَیرحا'' جو مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالکل سامنے تھا، اس میں تشریف لے جاتے اور وہاں کا میٹھا پانی پیتے۔(۱۱۴)

اسی طرح ایک اور روایت ہے جس میں ذکر ہے:

> آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک صحابی کے باغ میں تشریف لے گئے اور اُسے پسند فرمایا۔(۱۱۵)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے باغات اور ان کے پھل میں برکت کے لیے دعا فرماتے تھے۔حضرت انس بن مالکؓ کا ایک باغ تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعائے برکت سے وہ سال میں دو مرتبہ پھل دیا کرتا تھا اور اس میں ایک درخت تھا جس سے مشک کی خوش بو آیا کرتی تھی۔(۱۱۶)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت طیبہ کے اس پہلو سے متعلق تاریخ طبری میں کچھ واقعات منقول ہیں جو

کہ مسیلمہ کذاب اور اس کے پیروں کے حوالے سے ہیں اور وہ کچھ یوں ہیں کہ ایک مرتبہ بنی حنیفہ کی ایک عورت جو کہ مسلمہ کذاب کی پیروکار تھی، اس کے پاس آئی اور اس سے شکایت کی کہ ہمارے باغات اور نخلستانوں میں اب پھل نہیں آتے اور ہمارے کنوؤں میں پانی بہت کم رہ گیا ہے تم ہمارے نخلستانوں اور کنوؤں کی شادابی کے لیے دعا کرو جس طرح محمد ﷺ نے اہل ہزمان کے لیے کی تھی۔ اس عورت نے مسلمہ کذاب کے پوچھنے پر واقعے کی تفصیل بتائی کہ ایک مرتبہ اہل ہزمان نے محمد ﷺ سے آکر شکایت کی کہ ہمارے کنوؤں میں بہت کم پانی رہ گیا ہے اور نخلستان بارآور نہیں رہے، محمد ﷺ نے اُن کے لیے دعا کی۔ ان کے کنوؤں میں اس قدر پانی آیا کہ وہ ابل پڑے اور نخلستان اس قدر آباد ہوئے کہ پھل کے بوجھ سے ان کی شاخیں اس طرح زمین سے لگ گئیں کہ پھر وہ خود درخت کی جڑیں ہوگئیں اور ان کو قطع کرنا پڑا، پھر وہ نہایت بلند سیدھی اور سرسبز ہوئیں۔(۱۱۷)

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے کہ مسیلمہ کذاب کے مصاحبوں نے اس سے کہا کہ تم بھی محمد ﷺ کی طرح اپنے پیروکاروں کے باغات میں جایا کرو اور نماز پڑھو اور اس ضمن میں انہوں نے بھی مسیلمہ کو ایک واقعہ سنایا کہ بنی مہریہ کا ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کے وضو کا پانی وہ اپنے ساتھ یمامہ لے کر آیا اور اس پانی کو اُس نے اپنے کنوئیں میں ڈال دیا۔ اس کی برکت سے اس کنویں کا پانی بڑھ گیا اور اس کی زمین جو پانی کی کمی کی وجہ سے خشک ہوتی جارہی تھی، اب اس وضو کے پانی کی برکت سے جب اسے کنویں سے سیراب کیا گیا تو وہ شاداب اور سیر حاصل ہوگئی اور ہر زمانے میں وہ زمین زراعت سے سرسبز شاداب اور آباد پائی گئی۔(۱۱۸)

اسی سلسلے میں ایک اور شخص مسیلمہ کذاب کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ میری زمین شور ہوگئی ہے، اس کے لیے دعا کرو جیسے کہ محمد ﷺ نے ایک سُلمی کی زمین کے لیے کی تھی اور آپ ﷺ کی دعا سے اس کی شورزدہ زمین پھر سے سرسبز اور شاداب ہوگئی تھی۔(۱۱۹)

تاریخ طبری میں مذکور ان واقعات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ آں حضرت ﷺ باغات اور زراعت میں دل چسپی لیتے تھے۔ اپنے اصحاب کے باغات اور ان کے پھلوں میں برکت کے لیے نہ صرف دعا فرماتے، بل کہ ان کے باغات میں خود تشریف بھی لے جایا کرتے تھے اور ان کے باغات اور درختوں کو دیکھ کر مسرت کا اظہار فرمایا کرتے تھے اور جب کوئی صحابی پھلوں یا غلوں کی پیداوار میں کمی کی وجہ سے پریشان ہوتا یا اس حوالے سے کسی مسئلے کا شکار ہوتا تو آپ ﷺ نہ صرف

اس کے لیے دعا فرماتے، بل کہ اس کی اس سلسلے میں جہاں تک ممکن ہوتا مدد بھی فرماتے۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ ذکر کرتے ہیں جو حضرت سلمان فارسیؓ سے متعلق ہے۔ اس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

> حضرت سلمان فارسیؓ ایک یہودی کے غلام تھے، جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت پر اپنے یہودی مالک کی غلامی سے آزاد ہونے کے لیے اس کے ساتھ مکاتبت کی، جس کی شرط تین سو درخت لگانا اور چالیس اوقیہ چاندی کی ادائیگی تھی۔ تین سو کھجور کے درخت لگانا ان کے بس کی بات نہیں تھی، لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرامؓ کو حکم فرمایا کہ اپنے بھائی کی مدد کرو اور پھر ہر شخص نے اپنی طاقت کے مطابق دس، پندرہ، بیس، تیس درختوں سے ان کی مدد کی اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت پر مسلمانوں نے درختوں کو بونے کے لیے گڑھے کھود کر تیار کیے اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے درخت لگائے اور دعائے برکت فرماتے رہے۔ حضرت سلمان فارسیؓ اس سے متعلق بیان کرتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں سلمان کی جان ہے، ان میں سے کوئی پودا نہیں مرجھایا۔ (۱۲۰)

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک کی برکت سے تمام کے تمام درخت کھجوروں سے لدے ہوئے تھے اور یہ کام یابی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت پر مسلمانوں کی باہمی مدد کے نتیجے میں حاصل ہوئی۔

اس واقعے سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درخت لگانے کے لیے کس قدر تمام اصحاب کرامؓ میں شوق اور ترغیب پیدا فرمائی ہوگی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام مسلمانوں نے مل کر نہ صرف کھجور کے درخت لگائے، بل کہ اس کے پھل لگنے تک بھی اس کی نگہداشت کرتے رہے۔ یوں حضرت سلمان فارسیؓ مسلمانوں کی باہمی امداد کے نتیجے میں غلامی سے آزاد ہوئے۔

اس کے علاوہ سنن نسائی میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے بھی ایک روایت منقول ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں:

> ان کے والد نے ایک یہودی سے کچھ کھجوریں لی تھیں اور قرض ادا نہیں ہوا تھا کہ وہ احد کی لڑائی میں شہید ہو گئے۔ ان کے کچھ باغات تھے، مگر ان سے حاصل ہونے والی کھجوریں یہودی سے بہ طور قرض حاصل ہونے والی کھجوروں سے بہت کم تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودی سے دو سال میں ادائیگی کی مہلت طلب فرمائی تو اس نے

انکار کیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جابرؓ سے فرمایا کھجوروں کے اُتارنے کے وقت مجھے خبر کر دینا۔ چناں چہ جب وہ وقت آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے ساتھ حضرت جابرؓ کے باغ میں تشریف لے گئے اور ان کی تمام کھجوروں پر دعائے برکت فرمائی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ نے ناپ کر کھجوریں دینا شروع کر دی، یہاں تک کہ قرض کی تمام کھجوروں کی ادائیگی ہوگئی اور جتنی ادا ہوئی اتنی ہی بچ بھی گئی، یعنی ان میں سے کچھ کم نہیں ہوا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی برکت تھی جس سے ان کی کھجوروں کی پیداوار میں اس قدر برکت پیدا ہوئی کہ قرض کی ادائیگی کے بعد بھی ان کے پاس اتنی ہی کھجوریں بچ بھی گئیں۔ (۱۲۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زراعت اور باغ بانی کے فروغ کے لیے کاشت کاروں اور باغ بانوں کو کئی رعایتیں بھی دی، جیسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سبزیوں اور ترکاریوں پر زکوٰۃ مقرر نہیں فرمائی۔ (۱۲۲) اگر زرعی پیداوار پانچ وسق یا اس سے زیادہ ہوتی تو اس پر زکوٰۃ مقرر رہوتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

لَیس فیما دون خمسۃ أوسق زکاۃ (۱۲۳)

زرعی پیداوار کی پانچ وسق سے کم مقدار پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

اس کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھیتی کی حفاظت کے لیے کتا رکھنے کی بھی اجازت فرمائی، جب کہ شوقیہ کتا پالنے سے منع فرمایا ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوھریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أمسَکَ کَلْبًا فَإنَّہٗ یَنْقُصُ کُلَّ یَوْمٍ مِنْ عَمَلِہٖ قِیْرَاط إلاَّ کَلْبَ حَرْثٍ أوْ مَاشِیَۃٍ (۱۲۴)

جس شخص نے کوئی کتا رکھا، اس نے اپنے عمل سے ایک قیراط کی کمی کر لی، البتہ کھیتی یا مویشی (کی حفاظت کے لیے) کتے اس سے الگ ہیں۔

اسی طرح قحط اور خشک سالی کے زمانے میں کاشت کار پر محصول ساقط کر دیا گیا تھا۔ (۱۲۵)

عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاشی نظام میں عطایائے نبوی کی اہمیت وکردار

عطایا۔عطا کی جمع ہے،عطیہ وعطیات بھی اسی سے متعلق ہیں۔عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عطایا سے مراد وہ تمام منقولہ اموال ہیں، جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے کسی صحابی کو ان کی خدمات کے صلے یا کسی کم زور کی امداد کرتے ہوئے یا کسی نومسلم کی تالیف قلبی کرنے کے لیے عطا فرمائے۔اس کے علاوہ ان میں غنیمت کے وہ اموال بھی شامل تھے، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے مقرر فرمائے۔ان اموال میں مویشی، چاندی کے سکے اور مفتوحہ زمینوں کی سالانہ پیداوار شامل ہیں۔جیسے کہ خیبر سے حاصل ہونے والی پیداوار، جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہ طور عطایا اپنے اصحاب کرامؓ میں تقسیم فرمایا۔اسی طرح غزوۂ حنین کی بھی مثال ہے جس سے حاصل ہونے والے غنیمت سے مویشی اور چاندی کے سکے کثیر تعداد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نومسلم مسلمانوں کی تالیف قلبی کے لیے انہیں عنایت فرمائے۔

یہ بات تو ظاہر ہے کہ ان عطایا سے ان تمام افراد کی معاشی حالت میں بہتری آئی اور ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مسلمانوں کی معیشت کو بہتر کرنے میں ان تمام عطایا کا کسی حد تک حصہ ضرور تھا، جیسا کہ پچھلے مباحث میں ہم نے حضرت عمرؓ کی روایت بیان کی جس میں وہ فرماتے ہیں کہ خیبر کی فتح تک مسلمان آسودہ حال نہیں تھے۔(۱۲۶)

یعنی فتح خیبر کے بعد ہی مسلمانوں کو معاشی خوش حالی وکشادگی نصیب ہوئی، کیوں کہ خیبر سے مسلمانوں کو بہت سا مالِ غنیمت حاصل ہوا تھا اور ان ہی سے مسلمانوں کو سالانہ عطایا یا طعمہ حاصل ہوتا تھا۔

یہاں عطایا سے مراد صرف جنگوں سے حاصل ہونے والا مالِ غنیمت نہیں، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسرے صحابہ کرامؓ کو عطا فرماتے تھے، جن میں سے بعض کی معاشی امداد مقصود ہوتی تھیں، بل کہ ان میں صحابہ کرامؓ کے عطیات اور صدقات بھی شامل ہیں جو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ترغیب پر اپنے مسلمان بھائیوں کی امداد کے علاوہ ریاست کے دیگر امور جن میں دفاع اور مفادِ عامہ شامل ہیں، کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا کرتے تھے، جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کی امداد یا ریاستی دفاع یا دوسرے مفادِ عامہ کے امور کے لیے صرف فرمایا کرتے تھے۔ان میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذاتی عطیات بھی شامل ہیں جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ کثرت عنایت

فرمایا کرتے اور آپ ﷺ کے عطیات وصدقات دینے کا عالم یہ تھا کہ آپ ﷺ اور ان کے خاندان کئی کئی دن تک کھانا نہیں کھاتے تھے۔ اس فصل میں ہم ان ہی عطایائے نبوی ﷺ کا تذکرہ معاشی پہلو سے کریں گے کہ عہد نبوی ﷺ کے معاشی نظام میں ان عطایا کی کیا اہمیت اور کردار رہا ہے۔

ا۔ نبی اکرم ﷺ کے عنایت کردہ عطایا اور اُن سے معاشی اعانت

نبی کریم ﷺ نے کئی مواقع پر جس طرح فیاضی سے لوگوں کو زمینیں اِقطاع فرمائی، اسی فیاضی سے آپ ﷺ نے مختلف اشیا پر مشتمل عطایا بھی عنایت فرمائے۔ یہ عطایا مختلف نوعیت کے ہوتے تھے جن میں مال، مویشی، نقد رقوم (جو چاندی کے سکوں کی صورت میں تھے) اور مفتوح زمینوں کی پیداوار سے حاصل ہونے والا غلّہ اور کھجوریں جن کا سالانہ حصہ آپ ﷺ نے مقرر فرمایا تھا شامل تھے۔

آپ ﷺ کے عنایت کردہ اِقطاع وعطایا نے جہاں اپنے سیاسی محاذ کے ساتھ ساتھ دعوتی مقاصد میں کامیابی حاصل کی، وہاں ان عطایا اور اِقطاع سے مسلمانوں کی انفرادی واجتماعی دونوں صورتوں میں معاشی مدد کی گئی۔ آپ ﷺ اِقطاع وعطایا معاشی معاونت کے طور پر عنایت فرمایا کرتے تھے جس سے آپ ﷺ کا اوّلین مقصد مسلمانوں کی معاشی آسودگی تھا، کیوں کہ یہ وہ افراد تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کی راہ میں اپنا گھر بار اور مال ومتاع سب قربان کر دیا تھا اور ان میں صرف مہاجرین ہی نہیں انصارِ مدینہ بھی شامل تھے، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی اور اپنے مسلمان بھائیوں کی امداد کے لیے کسی بھی مالی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ یہ مسلمان انصار اور مہاجرین ہی نہیں، بل کہ ان میں وہ تمام مسلمان شامل تھے جو ہر قبیلے اور ہر شہر سے تعلق رکھتے تھے اور جنہوں نے اسلام کی خاطر ہر طرح کی تکلیفیں اور مشکلات برداشت کرتے ہوئے، نبی کریم ﷺ کی قیادت اور نبوّت کو تسلیم کرتے ہوئے آپ ﷺ کی اطاعت قبول کی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان سب کے خلوص اور ایثار کو دیکھتے ہوئے ان پر اپنا فضل جاری فرمایا اور ان پر دنیا کی نعمتوں اور خزانوں کے در کھول دیے، جو انہیں وقتاً فوقتاً مختلف فتوحات کی صورت میں حاصل ہوتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے انفرادی طور پر بھی ان کے کاروباروں میں برکت ڈالی۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ کی

طرف سے انہیں مختلف مواقع پر عطایا بھی حاصل ہوتے رہے،جس سے اُن کو معاشی طور پر مستحکم ہونے میں کافی مدد ملنے لگی یا وہ کسی حد تک معاشی لحاظ سے آسودہ ہونے لگے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں جب کوئی وفد حاضر ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ صرف ان کی مہمان نوازی فرماتے،بل کہ انہیں تحائف وعطایا کے ساتھ رخصت فرماتے اور انہیں خالی ہاتھ واپس نہیں بھیجتے۔اگر کوئی وفد اس حالت میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوتا کہ فقر وفاقہ وتنگی معاش ان کے چہروں سے عیاں ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھتے تھے، جب تک ان کی فوری امداد نہیں فرما لیتے تھے۔

غزوۂ حنین کے اموال سے نومسلموں کی تالیف قلبی کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس قدر کثیر اموال وعطایا سے انہیں نوازا، اس کی تفصیل ہم گذشتہ ابواب میں کر چکے ہیں۔ظاہر ہے ان اموال وعطایا سے ان کو معاشی طور پر بہت فائدہ حاصل ہوا تھا اور یہی معاشی امداد وتعاون ان کی تالیف قلبی کا باعث بنا اور ان کے قلوب نہ صرف اسلام کی طرف مائل ہوئے، بل کہ اسلام ان کے دلوں میں جاگزیں ہوگیا۔

اب ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عطا کردہ اُن عطایا کا ذکر کرتے ہیں جن کے احوال ہمیں مصادر میں ملتے ہیں۔

مالِ غنیمت سے حاصل ہونے والی پیداوار کے ضمن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو مسلمانوں کے سالانہ حصے بہ طور عطایا مقرر فرمائے تھے،ان میں سے تفصیلاً تذکرہ خیبر کے اموال سے متعلق ملتا ہے، لیکن ہم اس کا ذکر کرنے سے پہلے مختصراً غزوۂ بنونضیر کے اموال اور ان میں سے تقسیم کیے جانے والے عطایا کا ذکر کریں گے۔

جہاں تک ہم جانتے ہیں کہ بنونضیر سے مسلمانوں کو اراضی اور کھجور کے باغات حاصل ہوئے تھے،جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین میں تقسیم فرمایا تا کہ انصار کو ان کی زمینیں واپس دی جاسکیں۔ بنونضیر سے حاصل ہونے والی پیداوار یا اموال سے متعلق جیسا کہ ہم نے پہلے بھی بیان کیا تھا کہ بنونضیر کے اموال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام ابورافع آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں پیش کرتے۔ یہ اموال زرعی اجناس کی صورت میں ہوتیں جیسے جو، گندم اور اس کے علاوہ کھجور کی پیداوار بھی ان میں شامل ہوتیں، جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سال بھر کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اپنی ازواجِ مطہرات اور

اپنے خاندان بنی مطلب کو عطا فرماتے تھے۔(۱۲۷)

غالبًا واقدی جس پیداوار اس کی تقسیم کا ذکر کررہے ہیں، وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصے سے متعلق ہوگا جو انہیں بنونضیر کے اموال میں سے حاصل ہوا تھا۔

اب ہم اموال خیبر کا ذکر کرتے ہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا کہ خیبر کے اموال سے متعلق کافی معلومات مصادر میں موجود ہیں جن پر ہم تفصیل سے بحث کرچکے ہیں۔ہم یہ بھی ذکر کرچکے ہیں کہ خیبر سے حاصل ہونے والی اراضی زیادہ تر باغات اور کھیتوں پر مشتمل تھی اور چوں کہ یہودی کھجوروں کے درختوں کے نیچے ہی سبزیاں اگایا کرتے تھے، اس لیے کھیت اور باغات دونوں ہی ایک اراضی ہوا کرتے تھے۔(۱۲۸) لہٰذا مسلمانوں کو وہاں سے جو اراضی حاصل ہوئی وہ باغات اور کھیتوں پر مشتمل تھی۔ یہاں ہم ان باغات اور کھیتوں سے حاصل ہونے والی پیداوار کی تقسیم کا ذکر اُن افراد کے حوالے سے کریں گے جن کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سالانہ طعمہ یا عطایا مقرر فرمایا، جس کے تحت وہ انہیں عطا کیا جاتا تھا۔واقدی نے ان عطایا کی تفصیل یوں بیان کی ہے:

۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تمام ازواجِ مطہرات میں سے ہر ایک کے لیے ۸۰ وسق کھجوریں اور ۲۰ وسق جَو مقرر فرمایا۔

۲۔حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کے لیے ۲۰۰ وسق کھجوریں مقرر فرمائیں۔

۳۔حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے ۲۱۵ وسق کھجوریں اور ۸۵ وسق جَو مقرر فرمایا۔

۴۔حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے لیے ۱۰۰ وسق کھجوریں اور ۴۰ وسق جَو مقرر فرمایا۔

۵۔حضرت اُمِ رمثہ رضی اللہ عنہا بنت عمران ہاشم بن عبدالمطلب کے لیے ۵ وسق جَو مقرر فرمایا۔

۶۔حضرت مقداد بن عمرو کے لیے ۱۵ وسق جَو مقرر فرمایا۔(۱۲۹)

واقدی نے ان ناموں کے علاوہ ایک وثیقہ بھی نقل کیا، جس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عطایا اور ان کے حصے بیان فرمائے تھے، جو ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام عنایت کیے جانے والے عطایا کی مقدار کے ساتھ درج ہیں۔ وثیقے میں عطایا سے متعلق یہ تفصیل نہیں ملتی کہ یہ عطایا کھجوروں سے متعلق ہے یا جَو سے یا دونوں پر مشتمل ہے۔ابن ہشام کے مطابق یہ وثق گیہوں، جَو اور کھجور وغیرہ کے تھے۔(۱۳۰) اس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

۱۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بن ابی قحافہ.......................۱۰۰ وسق

۲۔حضرت عقیلؓ بن ابی طالب......................................۱۴۰وسق

۳۔حضرت جعفرؓ بن ابی طالب......................................۵۰وسق

۴۔حضرت ربیعہؓ بن حارث......................................۱۰۰وسق

۵۔حضرت صلتؓ بن محزمہ بن مطلب......................................۳۰وسق

۶۔حضرت ابوسفیانؓ بن حارث بن عبدالمطلب......................................۱۰۰وسق

۷۔حضرت ابی نبقہؓ......................................۵۰وسق

۸۔حضرت رکانہؓ بن عبد یزید......................................۵۰وسق

۹۔حضرت قاسم بن محزمہ مطلبیؓ......................................۵۰وسق

۱۰۔حضرت مسطح بن اثاثہؓ بن عباداوران کی بہن ہند......................................۳۰وسق

۱۱۔حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب......................................۴۰وسق

۱۲۔حضرت بحسینہؓ بنت حارث......................................۳۰وسق

۱۳۔حضرت ضباعہؓ بنت زبیر بن عبدالمطلب......................................۴۰وسق

۱۴۔حضرت حصینؓ، خدیجہ اور ہند بن عبیدہ بن حارثؓ......................................۱۰۰وسق

۱۵۔حضرت اُمّ الحکمؓ بنت زبیر بن عبدالمطلب......................................۳۰وسق

۱۶۔حضرت اُمّ ہانیؓ بنت ابی طالب......................................۴۰وسق

۱۷۔حضرت جمانہ بنت ابی طالب......................................۳۰وسق

۱۸۔حضرت اُمّ طالبؓ بنت ابی طالب......................................۳۰وسق

۱۹۔حضرت قیس بن محزمہؓ بن مطلب......................................۵۰وسق

۲۰۔حضرت ابی ارقمؓ......................................۵۰وسق

۲۱۔حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ......................................۴۰وسق

۲۲۔حضرت ابوبصیرہؓ......................................۴۰وسق

۲۳۔حضرت ابن ابی جیشؓ......................................۳۰وسق

۲۴۔حضرت عبداللہؓ بن وہب اوران کے دو بیٹے......................................۵۰وسق

۲۵۔حضرت عبداللہ بن وہبؓ کی بیٹی......................................۴۰وسق

۲۶۔حضرت اُمّ حسیبہؓ بنت جحش..۳۰وسق

۲۷۔حضرت ملکان بن عبدہؓ..۳۰وسق

۲۸۔حضرت محیصہ بن مسعودؓ..۳۰وسق

۲۹۔اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت کی داریوں کے لیے جو تعداد میں دس تھے......۱۰۰وسق

۳۰۔رہاویوں قبیلے کے لوگوں کے لیے..۱۰۰وسق

۳۱۔اشعریوں کے لیے..۱۰۰وسق (۱۳۱)

عطایا پانے والے ان حضرات میں کچھ ایسے بھی تھے، جنہیں ان کا حصہؓ غزوۂ خیبر کے فوراً بعد حاصل نہیں ہوا تھا، بل کہ اسلام قبول کرنے کے بعد انہیں عطایائے نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاصل ہوئے جیسے عقیل بن ابی طالب فتح مکہ کے مسلمان تھے، اس کے بعد ہی ان کو عطایا حاصل ہوا تھا، جب کہ اشعری قبیلے کے افراد خیبر کے زمانے میں مدینہ منورہ پہنچ گئے تھے، البتہ قبیلہ داری اور رہاوی کے لوگ تبوک یا اُس کے زمانے کے وفد کی صورت میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے تھے۔(۱۳۲)

ابن اسحاق نے بھی خیبر کے اموال اور ان میں سے عطایائے نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن افراد کو عنایت ہوئے، ان کا ذکر کیا ہے۔ان میں سے کچھ حضرات کے عطایا واقدی کے بیان کردہ عطایا سے مختلف ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

۱۔حضرت فاطمہؓ کو عطا کیے گئے..۲۰۰وسق

۲۔حضرت علیؓ کو عطا کیے گئے..۲۲۰وسق

۳۔حضرت اُسامہ بن زیدؓ کے لیے ۲۰۰وسق اور پچاس وسق کھجوریں اسؓ کے علاوہ تھیں۔

۴۔اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ کے لیے..۲۰۰وسق

۵۔حضرت صلت بن مخرمہ بمعہ اُن کے بیٹوں کے..۱۰۰وسق

اس کی تفصیل یہ ہے:

صلت بن مخرمہ کے لیے..۴۰وسق

ابی نبقہ بن مخرمہ کے لیے..۵۰وسق

قیس بن مخرمہ کے لیے..۳۰وسق

۶۔بن عبدی بن عبد یزید کو..۴۰وسق

۷۔حضرت مسطح بن اثاثہؓ کے لیے..۵۰ وسق

۸۔ابن اوس بن مخرمہ کے لیے..۳۰ وسق

۹۔ابن الیاس کے لیے..۵۰ وسق

۱۰۔امّ رمیثہ کے لیے..۳۰ وسق

۱۱۔نعیم بن ہند کے لیے..۳۰ وسق

۱۲۔بجیر بن یزید کے لیے..۳۰ وسق

۱۳۔حمنہ بن جحش کے لیے..۳۰ وسق

۱۴۔اُمّ زبیر کے لیے..۴۰ وسق

۱۵۔ابن ابی حینس کے لیے..۳۰ وسق

۱۶۔مکرز بن عبدہ کے لیے..۳۰ وسق (۱۳۳)

جیسا کہ پہلے ہم نے بیان کیا ہے کہ ابن ہشام کے مطابق یہ وسق جو کہ کھجور، جَو اور گیہوں پر مشتمل تھے، اس لیے ہر شخص کو اس کی ضرورت کے مطابق دیے گئے اور بنی عبدالمطلب زیادہ ضرورت مند تھے، اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں زیادہ عطایا سے نوازا۔(۱۳۴)

اب ہم دوسرے عطایائے نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کریں گے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف اوقات میں صحابہ کرامؓ کو عطا فرمائے، جو کہ خیبر اور نضیر کی پیداوار کے علاوہ تھے۔ان عطایائے نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں وہ عطایا بھی شامل تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارگاہِ رسالت میں آنے والے وفود میں شامل افراد کو عنایت فرمائے۔

ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

ا۔قیس بن مالک اُھمدانی

یہ واقعہ غالباً فتح مکہ کے بعد کا ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں موجود تھے تو حضرت قیس بن مالک ہمدانیؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اُس کے قبیلے کا سربراہ مقرر فرمایا اور اُسے عطایا سے بھی نوازا جس میں مقام ’’حیوان‘‘ سے حاصل ہونے والی دوسو وسق خشک کھجوریں، ایک سو وسق جَو اور مقامِ عمران الجویف کی ایک سو وسق گندم سالانہ شامل

ہیں۔(۱۳۵)

اس عطایائے نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدار دیکھ کر یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ یہ عطایا انہیں اور ان کے قبیلے کو اجتماعی طور پر عطا کیا گیا تھا جب کہ ابن اثیر کی روایت کے مطابق انہیں مقامِ نسار کے غلّے میں سے دوسو صاع جوار اور دوسو صاع مقامِ حیوان کی کھجوریں عنایت ہوئی تھی اور یہ عطیہ ان کی اور ان کی اولاد کے لیے ہمیشہ کے لیے جاری ہوا تھا۔(۱۳۶)

ان روایات سے ہم یہ قیاس کر سکتے ہیں کہ غالبًا پہلی روایت میں جو عطایا ذکر ہوا ہے وہ ان کے قبیلے سے متعلق ہو اور ان کے قبیلے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ عطایا سالانہ مقرر فرمایا ہو جب کہ دوسری روایت انفرادی طور پر ان کے عطایا سے متعلق ہو، جو انہیں اور ان کی اولاد کو ہمیشہ کے لیے جاری کردیا گیا تھا اور یہ دونوں عطایا ان کو اور ان کے قبیلے کو عنایت کیے گئے ہوں۔

۲۔حضرت ابوجحیفہ وہب السواتی رضی اللہ عنہ

ابوجحیفہ وہب السواتی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنے وفد کے کچھ افراد کے ساتھ حاضر ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بارہ اونٹنیاں عنایت فرمائیں اور ان سے متعلق انہیں وثیقہ لکھ دیا۔ غالبًا یہ اونٹنیاں اسی وقت عطا نہیں ہوئی تھیں۔ ابوجحیفہ وہب السواتی بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات پاگئے تو ہم نے یہ اونٹنیاں لینے سے منع کردیا۔(۱۳۷)

۳۔حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۵ ہجری کو جب ابوسفیان مسلمان نہیں ہوئے تھے، ان کو کھجور اور چمڑا تحفتًا بھیجا۔(۱۳۸)

۴۔اوفی بن مولیٰ

اوفی بن مولی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر خدمت ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں کچھ بکریاں عطا فرمائی، اس شرط کے ساتھ کہ سب سے پہلے ان کا دودھ میں مسافروں کو پلاؤں۔ اوفی بن مولہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ان کے ساتھ ساعدہ اور ایک اور شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کنواں دیا، جو ایک

جنگل میں تھا اور ریاس بن قتادہ کو موضع جابیہ جو یمامہ کے قریب تھا، عطا فرمایا۔ ہم سب چوں کہ ایک ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ عطایا ایک چمڑے پر لکھوا کر دیا۔(۱۳۹)

۵۔بنو عریض

بنو عریض وادی قریٰ میں آباد ایک یہود قبیلہ تھا۔ یہ اپنے ہم سایہ قبائل سعد ہذیم کا حلیف تھا۔ جب سعد ہذیم کا وفد جمرہ بن النعمان کی قیادت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو یہود بنی عریض بھی ان کے ساتھ تھے۔ بنو عریض آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے کچھ تحائف بھی اپنے ساتھ لائے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب سعد ہذیم کے سردار جمرہ بن نعمان کو قطعۂ زمین عطا فرمایا تو یہود قبیلہ بنی عریض کے لیے بھی از راہِ شفقت غلہ کی جتنی مقدار سعد ہذیم قبیلے کو دی جاتی تھی، اتنی ہی مقدار بیت المال سے ہر سال ان کے لیے مخصوص فرمائی۔(۱۴۰)

اسی واقعے سے متعلق واقدی کی روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تبوک جاتے ہوئے راستے میں وادی القریٰ میں رُکے تو قبیلہ عریض کے یہودیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں ''ہریس'' پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے نوش فرمایا اور انہیں (ان کی مہمان نوازی کے بدلے میں) چالیس وسق کا طعمہ عنایت فرمایا۔ یہ عطایا ان کے لیے جاری یعنی مستقل تھا۔(۱۴۱)

اس عطایائے نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تفصیل یہ ہے کہ سالانہ ہر فصل دس وسق گیہوں اور دس وسق جَو اور جب کھجوریں توڑی جائے تو پچاس وسق کھجوریں یہ بھی سالانہ ان کے لیے مقرر فرمائی گئی تھیں۔(۱۴۲)

۵۔حضرت سراقہ بن مالک المدلجیؓ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حنین اور طائف کے غزوات سے فارغ ہوکر جعرانہ میں مقیم ہوئے تو سراقہؓ بن مالک خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فرمایا:

كيف بك إذا لبست سِوَارَي كسرى و مِنطَقته وتاجهُ؟(۱۴۳)

تمہارا کیا حال ہوگا جب تم کسریٰ کے کنگن اور کمر بند اور تاج پہنو گے؟

پھر جب حضرت عمر فاروقؓ کے زمانۂ خلافت میں فارس فتح ہوا اور حضرت عمرؓ کے پاس کسریٰ

کے کنگن، کمر بند اور تاج آیا تو آپؓ نے حضرت سراقہؓ کو بلا کر ان چیزوں کو پہنا دیا، کیوں کہ یہ فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک زبان سے جاری ہونے والی فارس کی فتح کی پیشن گوئی تھی اور سراقہؓ کے لیے کسریٰ کے تاج و کنگن عطایائے نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، جس کا اظہار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کر دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسی فرمان کو پورا کرنے کے لیے حضرت عمر فاروقؓ نے کسریٰ کے کنگن، کمر بند اور تاج حضرت سراقہؓ کو عطا کر دیے۔

حضرت عمر فاروقؓ حضرت سراقہ کو کنگن و تاج پہنا کر فرمایا:

ارفع یدیک وقل: اللہ اکبر، الحمد للہ الذی سلبھما کسریٰ بن ھرمز، الذی کان یقول: أنا ربّ الناس، وألبسھما سراقۃ رَجلاً أعرابیًا من بنی مدلج (۱۴۴)

اپنے ہاتھ بلند کر کے کہو 'اللہ بہت بڑا ہے۔ سب تعریف اسی اللہ کی ہے جس نے کسریٰ بن ہرمز سے جو خود کو لوگوں کا پروردگار کہتا تھا ان چیزوں کو لے کر بنو مدلج کے ایک بدو سراقہ کو پہنا دیے۔

۷۔ قبیلہ اشجع

قبیلہ اشجع کے افراد جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی نہایت تواضع فرمائی اور انہیں کھجوروں کی بوریاں عنایت فرمائیں۔ (۱۴۵)

۸۔ بنی ثعلبہ

بنو ثعلبہ سے تعلق رکھنے والے چار افراد پر مشتمل وفد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضرِ خدمت ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی پانچ پانچ اوقیہ چاندی بہ طور عطایا مرحمت فرمائی۔ (۱۴۶)

۹۔ قبیلہ عبدالقیس

قبیلہ عبدالقیس کے بیس افراد پر مشتمل وفد جن کے رئیس عبداللہ بن عوف الاشجع تھے، بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام وفد کے لیے عطایا مرحمت فرمائے، جس میں ان کے رئیس عبداللہ بن عوف الاشجع کا عطیہ سب سے زیادہ تھا۔ انہیں ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی مرحمت فرمائی گئی تھی۔ (۱۴۷)

۱۰۔ زید الخیر

زید الخیر قبیلہ طے کے سردار تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جب قبیلہ طے کے ہم راہ بہ طور وفد حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام تبدیل کر کے زید الخیر رکھ دیا اور ان کے وفد کو پانچ پانچ اوقیہ چاندی اور ان کو ۱۲ اوقیہ چاندی اور عمدہ خوش بو بہ طور عطایا مرحمت فرمائیں۔(۱۴۸)

۱۱۔ بنو مرّہ

بنو مرہ کا تیرہ رکنی وفد بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر خدمت ہوا اور قبول اسلام کا شرف حاصل کیا۔ جب یہ رخصت ہونے لگے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی عطایا سے نوازا اور وفد کے سردار کو بارہ اوقیہ چاندی، جب کہ دوسرے اراکینِ وفد کو دس دس اوقیہ چاندی عطا کی گئی۔(۱۴۹)

۱۲۔ بنو البکاء

بنو البکاہ کے چار آدمی جن میں معاویہ بن ثوران کے بیٹے بشیر بن معاویہ، نجیع بن عبد اللہ اور عبد عمرو البکائی شامل تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے بہ طور وفد حاضر ہوئے۔ رسالت م آب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاویہ اور بشیر کو چند بکریاں عنایت فرمائیں۔ عبد عمرو بکائی کو ایک چشمہ اِقطاع فرمایا اور جب یہ لوگ رخصت ہونے لگے تو انہیں مزید عطایائے نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نوازا گیا۔(۱۵۰)

۱۳۔ بنو رہاویین

بنو رہاویین کا وفد جب خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو یہ وفد جو پندرہ افراد پر مشتمل تھا، ان سب افراد کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۵، ۵ اوقیہ چاندی سے نوازا اور حسبِ معمول ان کے رئیس کو ۱۲ اوقیہ چاندی مرحمت فرمائی گئی۔(۱۵۱)

یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے ضرور عطایا سے نوازتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمتِ خاص یہ گوارا نہیں کر سکتی تھی کہ کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در سے خالی ہاتھ جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاض ہونے والا ہر شخص ویسے ہی رحمتوں اور نعمتوں سے مالا مال ہو جایا کرتا تھا، جس کے آگے دنیاوی مال و دولت کیا حیثیت رکھتے تھے۔

غزوۂ حنین کے اموال سے عطایائے نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حنین کے اموال خمس میں سے نومسلم افراد کو کثیر عطایا سے نوازا۔ اس موضوع پر ہم تفصیل سے بحث کر چکے ہیں۔ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عطایا پانے والے افراد کے ضمن میں ان افراد کے نام ذکر کرتے ہیں جن کو عطایا مرحمت ہوئے۔

۱۔ حضرت ابوسفیان بن حرب کو ۱۰۰ اونٹ اور ۴۰ اوقیہ چاندی عنایت کی گئی۔

۲۔ حضرت ابوسفیان کے بیٹے یزید بن ابوسفیان کو سو اونٹ اور ۴۰ اوقیہ چاندی عطا کی گئی۔

۳۔ معاویہ بن ابوسفیان کو بھی سو اونٹ اور ۴۰ اوقیہ چاندی مرحمت فرمائی گئی۔

۴۔ حکیم بن حزام کو سو اونٹ عطا ہوئے۔

۵۔ حرث بن حرب کلادہ کو سو اونٹ عنایت ہوئے۔

۶۔ علاء بن حارث کو ۵۰ اونٹ عطا ہوئے۔

۷۔ اسید بن حارث زہری کو سو اونٹ عطا ہوئے۔

۸۔ مخرمہ نوفل زہری کو ۵۰ اونٹ مرحمت فرمائے۔

۹۔ حارث بن ہشام کو ۱۰۰ اونٹ عنایت کیے گئے۔

۱۰۔ سعید بن یربوع کو ۵۰ اونٹ عنایت کیے گئے۔

۱۱۔ صفوان بن اُمیہ کو اونٹوں کا پورا ریوڑ عنایت کیا گیا۔ ان کی تعداد ۳۰۰ اونٹ ذکر کی گئی ہے۔

۱۲۔ عدی بن قیس سہمی کو سو اونٹ عطا ہوئے۔

۱۳۔ عمیر بن وہب جمحی کو ۵۰ اونٹ عنایت ہوئے۔

۱۴۔ سہیل بن عمرو کو ۱۰۰ اونٹ عطا ہوئے۔

۱۵۔ حویطب بن عبدالعزیٰ کو ۱۰۰ اونٹ عنایت کیے گئے۔

۱۶۔ ہشام بن عمرو کو ۵۰ اونٹ عطا ہوئے۔

۱۷۔ اقرع بن حابس تمیمی کو ۱۰۰ اونٹ عنایت ہوئے۔

۱۸۔ مالک بن عوف النصری کو ۱۰۰ اونٹ عطا ہوئے۔

۱۹۔ عینہ بن حصن فزاری کو ۱۰۰ اونٹ عطا ہوئے۔

۲۰۔ عباس بن مرداس کو ۱۰۰ اونٹ مرحمت فرمائے گئے۔

۲۱۔ علاء بن جاوید ثقفی کو ۱۰۰ اونٹ عطا ہوئے۔ (۱۵۲)

ا۔ باہمی معاشی تعاون کے ضمن میں عطیاتِ صحابہؓ کا کردار تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں

عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلامی معاشرہ ایک ایسا فلاحی معاشرہ تھا، جو معاشی تعاون اور امداد باہمی جیسے تصوّرات پر مبنی تھا۔ یہ وہ تصوّرات تھے جنہیں خود اللہ تعالیٰ نے قرانِ پاک میں جابہ جا بیان فرمایا اور انسانوں کو اس کی ترغیب فرمائی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں نہ صرف ان کی تعلیم دی، بل کہ اپنے اسوۂ حسنہ سے اسے ثابت کر کے بھی دکھایا۔ سیرتِ مبارکہ کا مطالعہ کرنے والے افراد ان تصوّرات سے متعلق واقعات سے بہ خوبی واقف ہوں گے اور ان ہی تصوّرات کی وجہ سے اسلام کا معاشی نظام دنیا کے دیگر معاشی نظاموں اور ان کے معاشی نظریوں سے یک سر مختلف ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہدِ مبارک میں جس نوعیت کا معاشی نظام تھا، اس کی اوّلین ترجیح اسلامی ریاست میں رہنے والے تمام افراد کو بنیادی ضروریاتِ زندگی فراہم کرنا تھا اور ان ضروریات کو پورا کرنے کی ذمے داری ریاست پر تھی، لیکن اس معاشی نظام کی خاص بات باہمی طور پر معاشی امداد اور تعاون تھا جس کی ترغیب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی پوری حیاتِ مبارکہ میں دیتے رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاحبِ حیثیت حضرات کو آخرت کا خوف دلاتے اور انہیں یہ تعلیم دیتے کہ وہ اپنے غریب اور محروم المعیشت بھائیوں کی امداد کرتے رہیں اور ان کی ضروریاتِ زندگی پوری کرنے میں ان کی مدد کریں، تاکہ انہیں بھی بنیادی سہولیاتِ زندگی میسر ہوں اور تنگیٔ معاش کی وجہ سے ان کی زندگی مشکلات اور مصائب کا شکار نہ ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غربا اور مساکین کی معاشی امداد کی اس قدر تلقین و ترغیب فرماتے کہ صحابہ کرامؓ یہ گمان کرتے کہ ہمارے پاس جو زائد مال ہیں، اس پر ہمارا حق نہیں ہے۔ اس سلسلے میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

بَيْنَمَا نَحْنُ فِي سَفَرٍ مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم إِذْ جَاءَ رَجُلٌ عَلَى رَاحِلَةٍ لَهُ، قَالَ: فَجَعَلَ

يَصْرِفُ بَصَرَهُ يَمِينًا وَ شِمَالًا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنْ كَانَ مَعَهُ فَضْلُ ظَهْرٍ فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لَا ظَهْرَ لَهُ، وَمَنْ كَانَ لَهُ فَضْلُ زَادٍ فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لَا زَادَ لَهُ۔ قَالَ: فَذَكَرَ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ مَا ذَكَرَ حَتَّى رَأَيْنَا أَنَّهُ لَا حَقَّ لِأَحَدٍ مِنَّا فِي فَضْلٍ (۱۵۳)

ہم سفر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے، اتنے میں ایک شخص اونٹنی پر سوار ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور دائیں بائیں دیکھنے لگا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس زائد سواری ہے، وہ اسے دے دے جس کے پاس سواری نہیں اور جس کے پاس فاضل توشہ ہو، وہ اسے دے دے جس کے پاس توشہ نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت سی قسم کے مال بیان کیے (یعنی ترغیب فرماتے رہے) یہاں تک کہ ہم سمجھے کہ ہم میں سے کسی کا حق نہیں ہے، اس مال میں جو ضرورت سے زائد ہو۔

غریب مسلمانوں کی امداد کی تلقین فرماتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَيُّمَا أَهْلُ عَرْصَةٍ أَصْبَحَ فِيهِمْ امْرُءٌ جَائِعًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُمْ ذِمَّةُ اللهِ (۱۵۴)

کسی بستی میں کوئی شخص اس حال میں صبح کرے کہ وہ رات بھر بھوکا رہا ہو تو اللہ رب العزت اس بستی سے بری الذمہ ہے۔

ایک اور جگہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ كَانَ عِنْدَهُ طَعَامُ اثْنَيْنِ فَلْيَذْهَبْ بِثَالِثٍ وَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ طَعَامُ أَرْبَعَةٍ فَلْيَذْهَبْ بِخَامِسٍ أَوْ سَادِسٍ (۱۵۵)

جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو، وہ تیسرے کو اپنا مہمان بنالے اور اگر چار آدمیوں کا کھانا ہو تو وہ پانچویں یا چھٹے کو اپنا مہمان بنالے''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان ترغیبات کا مقصد ایک ایسا فلاحی معاشرہ بنانا تھا، جس میں ہر مسلمان دوسرے مسلمان کو اپنا بھائی سمجھتے ہوئے اس کی ہر مشکل میں اس کا مددگار ہو، اس کے غم کو اپنا غم تصور کرے اور اپنے بھائی کو مشکلات ومصائب سے نکالنے کی ہر ممکن کوشش کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے اور ایک دوسرے کے مددگار بننے کی تلقین کے لیے نہایت عمدہ مثال دی ہے اور مسلمانوں کو ایک عمارت کی اینٹوں سے تشبیہ دے کر فرمایا ہے:

الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بعضا (۱۵۶)

مومن، مومن کے لیے ایسا ہے جیسے عمارت میں ایک اینٹ دوسری اینٹ کو تھامے رکھتی ہے، اسی طرح ہر ایک مومن کو لازم ہے کہ دوسرے مومن کا مددگار رہے۔

یہاں عمارت سے مراد اسلامی ریاست اور اس کا فلاحی معاشرہ ہے جو کہ باہمی تعاون اور محبت کی بنیادوں پر قائم ہے۔ جیسے اینٹیں عمارت کو مضبوط بناتی ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر عمارت کو سہارا فراہم کرتی ہیں بالکل اُسی طرح مومن بھی ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے ہو کر ایک مستحکم اور خوش حال وفلاحی معاشرہ تشکیل کرنے میں باہم مددگار رہوتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے امت مسلمہ اور اسلامی معاشرے کی ایک اور مثال نہایت خوب صورت پیرائے میں بیان فرمائی ہے۔ ارشاد پاک ہے:

مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى (۱۵۷)

مومنوں کی مثال ان کی دوستی، اتحاد اور شفقت میں ایسی ہے جیسے ایک جسم، (یعنی تمام مومن مل کر ایک قالب کی طرح ہیں) بدن میں سے جب کوئی عضو درد کرتا ہے تو سارا بدن اس میں شریک ہو جاتا ہے۔ نیند نہیں آتی، بخار آ جاتا ہے۔

آپ ﷺ نے اپنے ارشادِ مبارک کے مطابق ایسا معاشرہ تشکیل فرما کر دنیا کو دکھایا اور دنیا نے دیکھا کہ مسلمان ایک جسد واحد کی طرح ہیں جس کے ایک حصے کو تکلیف پہنچتی ہے تو تکلیف پورے جسم کو ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرامؓ کی ایسی تربیت فرمائی کہ ان کے ایثار اور قربانی کے واقعات سے تاریخ بھری پڑی ہے۔ انہوں نے ہر مشکل وقت اور گھڑی میں اپنی استطاعت سے بڑھ کر مدد کی ہے اور آپ ﷺ کے ایک حکم پر اپنا مال ودولت آپ ﷺ کی قدموں پہ نچھاور کیا ہے۔ غزوۂ تبوک کی مثال ہمارے سامنے ہے، جس میں ایک طرف تو حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے گھر کا سارا مال ودولت لا کر خدمتِ اقدس میں پیش کرتے ہیں وہیں ایک ایسے غریب صحابیؓ جن کے پاس عطیے میں دینے کے لیے کچھ نہیں تھا، وہ سارا دن محنت مزدوری اس نیت سے کرتے ہیں کہ وہ اس کار خیر میں اپنا حصہ دے سکیں اور شام کو وہ اپنی محنت سے کمائی ہوئی دو کھجوریں جب لا کر آپ ﷺ کے سامنے پیش کرتے ہیں تو آپ ﷺ اس غریب کے ایثار کو دیکھتے ہوئے اس کی کھجوریں تمام امداد کے اوپر رکھ کر اس کی عزت افزائی فرماتے ہیں۔

یہ سب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات ہی تھیں جن پر عمل پیرا ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرامؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دورِ نبوت اور خلفائے راشدین کے پہلے ادوار میں اُمتِ وحدت کا نمونہ پیش کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا معاشی نظام متعارف کرا دیا، جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ یہ ایسا معاشی نظام تھا جو ظلم واستبداد پر نہیں، بل کہ باہمی تعاون، ہم دردی اور محبت پر مبنی تھا، جس میں غریبوں کی کفالت ریاست کے ذمے تھی، جس میں اغنیا کو غربا کی مدد کرنے کی ترغیب دی جاتی تھی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ (۱۵۸)

وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ دیجیے جو ضرورت سے زائد ہو۔

قُلِ الْعَفْوَ کہہ کر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے بندوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ جو ضرورت سے زائد ہو، اپنے اُس مسلمان بھائی کو جو معاشی تنگی کا شکار ہو اُسے دے کر اس کی مدد کرو تا کہ ان کی پریشانی اور تنگی دور ہو سکے۔ سورۂ حشر میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ (۱۵۹)

تا کہ وہ دولت تمہارے مال داروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتی رہے۔

مولانا مودودی اس آیت کے متعلق بیان کرتے ہیں:

> یہ قرآن مجید کی اہم ترین اصولی آیات میں سے ہے، جس میں اسلامی معاشرے اور حکومت کی معاشی پالیسی کا یہ بنیادی قاعدہ بیان کیا گیا ہے کہ دولت کی گردش پورے معاشرے میں عام ہونی چاہیے ایسا نہ ہو کہ مال صرف مال داروں ہی میں گھومتا رہے یا امیر روز بہ روز امیر تر اور غریب روز بہ روز غریب تر ہوتے چلے جائیں۔ (۱۶۰)

آج کل جو ہم اپنے معاشرے میں بڑھتی ہوئی غربت اور بے روزگاری دیکھ رہے ہیں، جس کی وجہ سے خودکشی کا رجحان بڑھ رہا ہے، اس کی بنیادی وجہ اسلام کے اس بنیادی اُصول پر عمل نہ کرنا ہے۔ اسی وجہ سے امیر دن بہ دن امیر اور غریب دن بہ دن غریب سے غریب تر ہوتا جا رہا ہے۔

اسلام تو ایسا نظامِ معیشت پیش کرتا ہے جس میں دولت کا بہاؤ امیروں سے غریبوں کی طرف بھی ہوتا ہے۔ اسلام معاشی مساوات کا تصور تو نہیں دیتا، مگر اخوت اور بھائی چارے کا تصور ضرور دیتا ہے،

جس کے نزدیک ایک صاحبِ حیثیت شخص اپنے زائد اموال کو عطیات کی صورت میں اپنے غریب بھائیوں کے مفادِ عامہ کے امور میں دے سکتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی اطاعت کرتے ہوئے صحابہ کرامؓ نے جو عطیات خدمتِ اقدس میں پیش کیے یا باہمی امداد کے تحت اپنے بھائیوں کی مدد کی، ان سے متعلق چند مثالیں درج ذیل ہیں:

۱۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں:

أُصِيبَ رَجُلٌ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم فِي ثِمَارٍ ابْتَاعَهَا فَكَثُرَ دَيْنُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم تَصَدَّقُوا عَلَيْهِ. فَتَصَدَّقَ النَّاسُ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَبْلُغْ ذٰلِكَ وَفَاءَ دَيْنِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم لِغُرَمَائِهِ: خُذُوا مَا وَجَدْتُمْ، وَلَيْسَ لَكُمْ إِلَّا ذٰلِكَ (۱۶۱)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں میوہ درخت پر خریدا اور اس پر بہت قرض ہو گیا، (میوہ تلف ہو جانے یا کسی اور وجہ سے) تب رسول اکرم اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (صحابہ کرامؓ) سے فرمایا: اس کو صدقہ دو۔ لوگوں نے اس کو صدقہ دیا، تب بھی اس کا قرض پورا نہیں ہوا۔ آخر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے قرض خواہوں سے فرمایا: بس اب جو مل جائے سو لے لو، اب کچھ نہیں ملے گا۔

غرض تمام صحابہ کرامؓ کے عطیات وصدقات سے ان کے مسلمان بھائی کے قرض اُتارنے کی کوشش کی گئی، جو کہ باہمی امداد، ہمدردی اور محبت کی بہترین مثال ہے۔

اسی طرح ایک اور واقعہ حضرت سلمان فارسیؓ سے متعلق ہے جس کا ذکر ہم پہلے ہی کر چکے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق انہوں نے اپنے یہودی آقا سے تین سو کھجور کے درختوں اور چالیس اوقیہ چاندی پر مکاتبت کر لی تھی اور کھجور کے درختوں سے متعلق ہم ذکر کر چکے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے تمام صحابہ کرامؓ نے اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرتے ہوئے ان کے ساتھ مل کر تین سو کھجور کے درخت لگائے تھے۔ باقی رہا چالیس اوقیہ چاندی کا معاملہ تو اس کے متعلق ابن سعد نے بیان کیا ہے:

فبينا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ذات يوم في أصحابه إذا أتاه رجل من أصحابه بمثل البيضة من ذهب أصابها من بعض المعادن فتصدّق بها إليه، فقال رسول الله

ﷺ: مافعل الفارسی المسکین المکاتب؟ ادعوہ لی؟۔ فدعیت لہ فجئت فقال: اذھب بھذہ فأدّھا عنک فمّا علیک من المال۔ قال وقلت: وأین یقع ھذا ممّا علّی یارسول اللہ ﷺ؟ قال: إنّ اللہ سیئو دّی عنک (۱۶۲)

رسول اللہ ﷺ ایک روز اپنے اصحابؓ میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص انڈے کے برابر سونا لایا، جو انہیں کسی معاون سے ملا تھا، انہوں نے صدقے کے لیے آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں پیش کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (سلمان فارسیؓ) مسکین مکاتب کہاں ہیں؟ میرے پاس بلاؤ۔ حضرت سلمان فارسیؓ بیان کرتے ہیں کہ مجھے بلایا گیا۔ میں آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسے لے جاؤ اور اپنی جانب سے اُس مال کے عوض ادا کردو جو تم پر واجب ہے۔ (میں نے) عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! یہ اتنا کہاں ہوگا جو مجھ پر واجب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تمہاری جانب سے ادا کردے گا۔

چناں چہ حضرت سلمان فارسیؓ نے آپ ﷺ کے اس عطیے کی مدد سے اپنے اوپر واجب بقیہ رقم یہودی کو ادا کر کے خود کو آزاد کرالیا۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے، جس میں قبیلہ اشعر کی باہمی مدد وتعاون کا ذکر فرما کر آپ ﷺ ان کے اس عمل سے اتنے خوش ہوتے ہیں کہ اس قبیلے کو ذاتِ مبارک سے منسوب فرما کر ان کو اعزاز بخشتے ہیں۔ حدیث درج ذیل ہے:

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

اِنَّ الْأَشْعَرِیِّیْنَ إِذَا أَرْمَلُوْا فِيْ الْغَزْوِ أَوْ قَلَّ طَعَامُ عِیَالِھِمْ بِالْمَدِیْنَةِ، جَمَعُوْا مَا کَانَ عِنْدَھُمْ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ، ثُمَّ اقْتَسَمُوْہُ بَیْنَھُمْ فِيْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ بِالسَّوِیَّةِ، فَھُمْ مِنِّی وَ أَنَا مِنْھُمْ (۱۶۳)

قبیلہ اشعر کے لوگوں کا جہاد کے موقع پر اگر کھانے کا سامان کم ہوجاتا تو یا مدینہ منوّرہ میں ان کے عیال کا کھانا کم پڑجاتا تو جو کچھ بھی ان کے پاس خوراک کا سامان موجود ہوتا وہ ایک کپڑے میں جمع کرتے، پھر آپس میں ایک برتن سے برابر برابر تقسیم کرلیتے۔ پس وہ میرے ہیں اور میں ان کا ہوں۔

اسی ضمن میں حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ سے متعلق ایک طویل روایت صحیح بخاری میں ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کی قیادت میں تین سوفوجیوں کا لشکر ساحل بحر کی طرف بھیجا۔ راستے ہی میں سامان ختم ہوگیا تو ابوعبیدہ بن الجراحؓ نے کہا کہ تمام فوجی اپنا اپنا سامان ایک جگہ جمع کردیں اور پھر ان سب اموال کو آپس میں یکجا کرکے سب میں برابر تقسیم کردیا۔(۱۶۴)

یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات اور تربیت ہی کا نتیجہ تھا کہ مؤمنین آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ شفقت ومحبت کے تعلق میں جڑے ہوئے تھے اور اپنے اموال کو بھی آپس میں تصرّف میں لیتے۔مؤاخات کی مثال ہمارے سامنے ہے،جس میں انصارِ مدینہ نے اپنے مہاجرین بھائیوں کی مدد میں کسی بھی طرح پس وپیش سے کام نہیں لیا،بل کہ ان کے ایثار کی مثال تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔

اسی طرح جب قبیلہ مضر کے کچھ لوگ بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے تو وہ لوگ کسمپرسی کی حالت میں تھے۔ان کی حالت زار دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرامؓ کو ان کی مدد کرنے اور عطیات دینے کا حکم فرمایا اور ہر شخص ان کی مدد کرنے کو دوڑ پڑا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ضرورت کی اشیا کا ڈھیر لگا،جو صحابہ کرامؓ نے اپنے ان غریب بھائیوں کی مدد کرنے کے لیے خدمتِ اقدس میں پیش کردیے،جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان افراد کو عطا کردیا۔(۱۶۵)

اس کے علاوہ ہم پہلے بھی ذکر کرچکے ہیں کہ ہجرت کے بعد انصار نے اپنی افتادہ زمینیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے کی،جو رہائش کے کام آئی۔اس کے علاوہ انہوں نے مہاجرین کی مدد کے لیے اپنی استطاعت سے زیادہ عطیات دیے۔

جنگوں اور مہموں میں بھی وہ صحابہ کرامؓ جو صاحبِ حیثیت تھے وہ عطیات دیتے رہے جیسے کہ غزوۂ تبوک جس سال وقوع پذیر ہوا،وہ مسلمانوں پر نہایت تنگی کا سال تھا،جس کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال دار صحابہؓ کو فوج کی تیاری اور اس کے خرچ کو پورا کرنے کے لیے عطیات دینے کی ترغیب دی۔صحابہ کرامؓ نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرتے ہوئے عطیات عطا کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کی کوشش کی اور ان صحابہؓ کی اعلیٰ درجے کی فیاضی اور عطیات سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت سے اموال جمع فرمالئے۔(۱۶۶)اس جنگ

میں سب سے زیادہ عطیہ حضرت عثمان غنیؓ نے عطا کیا۔ واقدی کے مطابق حضرت عثمان غنیؓ نے اس فوج کے تہائی حصہ کو تیار کرلیا، حتیٰ کہ فوج کو اس کے اخراجات سے بے نیاز کرلیا۔ یہاں تک کہ آپؓ نے ان کو مشکیزوں کے منہ باندھنے کے لیے دھاگے تک عطا کیے۔ ان کے اسی عمل کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَایضرّ عثمان مافعل بعدھذا (۱۶۷)

آج کے بعد عثمانؓ کو کوئی نقصان نہیں ہوگا اس عمل کے بعد۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے گھر کا سارا سامان اُٹھا لائے۔ واقدی کے بیان کے مطابق وہ اپنے مال سے چار ہزار درہم لائے، جب کہ حضرت عمر فاروقؓ اپنا نصف مال لائے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے دوسو اوقیہ چاندی عطیہ دیا۔ حضرت عاصم بن عدیؓ نے نوے وسق کھجوریں عطیہ کیں۔ ان کے علاوہ حضرت عباس بن عبدالمطلب، حضرت طلحہ بن عبیداللہ، حضرت محمد بن مسلمہ، سعد بن عبادہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، حضرات یہ بھی اپنے اموال میں سے بڑا حصہ اُٹھا کر لائے اور عطیہ کیا۔ (۱۶۸)

عطیات دینے میں مسلمان خواتین بھی کبھی پیچھے نہیں رہی۔ جنگ تبوک کے وقت چوں کہ مسلمان تنگی وقحط کا شکار تھے، تو جنگ کی تیاری کے لیے خواتین نے بھی عطیات دیے۔ جن کے پاس نقد رقم نہیں تھی، انہوں نے اپنے زیور عطیہ کر دیے۔ اس سلسلے میں واقدی بیان کرتے ہیں:

إنْ كنّ النساءُ لَيُعِنَّ بكلّ مَاقدرنَ عليه، قالت أُمّ سنان الأسلمية: لقد رأيت ثوبًا مبسوطًا بين يدي رسول الله ﷺ في بيت عائشة رضي الله عنها فيه مَسَكٌ، ومعاضِدَ وَخلاخل، وأَقرطة وخواتيم، وفَدَمات، ممّا يبعث به النساء يُعِنّ به المسلمين في جهازهم (۱۶۹)

ہر عورت نے اپنی استطاعت کے مطابق جو بس میں تھا عطیہ کیا۔ حضرت اُمّ سنان اُسلمیہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ کے گھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے کپڑا بچھا ہوا دیکھا، جس میں کنگن، پازیب، بازوبند، بالیاں اور انگوٹھیاں پڑی تھیں، جنہیں خواتین نے جنگ کی تیاری کے سلسلے میں عطیہ کیا تھا۔

فوجی لشکروں کی خوراک اور جنگی اخراجات کے سلسلے میں حضرت سعد بن عبادہؓ اور ان کے صاحب زادے حضرت قیس بن سعدؓ کی فیاضی اور سخاوت بہت سے واقعات سے ثابت ہے۔

واقدی کے مطابق غزوۂ بنوقریظہ میں حضرت سعد بن عبادہؓ نے فوجیوں کی خوراک کے لیے انہیں کھجوروں کے ڈھیر بھیجے۔(۱۷۰)

غزوۂ ذی قرد/غزوۂ غابہ میں حضرت سعد بن عبادہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کئی بوریاں کھجور اور دس اونٹ روانہ کیے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ذی قرد میں پہنچے۔(۱۷۱) ان کے بیٹے حضرت قیس بن سعد بن عبادہؓ نے سریہ الخبط کے دوران مسلمان سپاہیوں کی خوراک وطعام کے لیے تین دن مسلسل اونٹ ذبح کیے۔(۱۷۲) حضرت قیس بن سعدؓ کی فیاضی اور امداد کے جذبے وایثار کا حال یہ تھا کہ ایک مرتبہ ایک لشکر جس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ بھی موجود تھے، یہ قرض لے کر لوگوں کو کھانا کھلاتے رہے۔حضرت ابوبکرؓ اور عمر فاروقؓ نے کہا: اگر ہم اس جوان کو اس کے حال پر چھوڑ دیں تو یہ اپنے باپ کا سب مال خرچ کر ڈالے گا۔(۱۷۳)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بھی بہت دولت مند تھے اور وہ اپنے اموال سے کثیر تعداد میں عطیات جنگی مہموں یا اُس کے علاوہ بھی کئی مواقع پر دیا کرتے تھے۔ اُسد الغابہ میں زہری کی روایت ہے:

تصدق عبدالرحمٰن بن عوف علی عهد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم بشطر ماله أربعة آلاف، ثم تصدق بأربعين ألفًا، ثم تصدق بأربعين ألف دينار، ثم حمل على خمسمائة فرس في سبيل الله، ثم حمل على خمسمائة راحلة في سبيل الله وكان عامة ماله من التجارة (۱۷۴)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ایک مرتبہ اپنا نصف مال جو کہ چار ہزار درہم تھا، اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات کیا۔ پھر اس کے بعد چالیس ہزار دینار خیرات کی۔ پھر پانچ سو گھوڑے اللہ کی راہ میں یعنی جہاد میں سوار ہونے کے لیے دیے۔ پھر پانچ سو اونٹ فی سبیل اللہ جہاد میں سواری کے لیے دیے اور یہ سب اموال انہیں تجارت سے حاصل ہوئے تھے۔

فكثر ماله، حتى قدمت له سبعمائة راحلة تحمل البُر، وتَحمِل الدقيق والطعام۔ قال: دخلت المدينة سَمِع لأهل المدينة رجة، فقالت عائشة رضي الله عنها: ماهذه الرجة؟ فقيل لها: عير قدمت لعبدالرحمٰن بن عوف، سبعمائة بعير تحمل البر والدقيق والطعام فقالت عائشة رضي الله عنها: سمعت النبي صلى الله عليه وآله وسلم يقول: يدخُل

عبدالرحمٰن بن عوف الجنۃ حَبوا۔ فلَمَّا بَلَغَ ذلک عبدالرحمٰن بن عوف قال:
یا أمّہ، إنّي أشھدُکَ أنّھَا بأحمَالِھَا وَأحلا سیتھا وَأقتَابِھَا فِيْ سَبِیْل اللہ عَزَّ وَجَلّ (۱۷۵)

حضرت انس بن مالکؓ ان کے متعلق فرماتے ہیں کہ (جب تجارت کے نفع سے) ان کے پاس بہت سارا مال (جمع) ہوگیا، حتی کہ ایک مرتبہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے سات سو اونٹ گیہوں، آٹا اور کھجوریں لادے ہوئے جب مدینہ منورہ پہنچے تو ان کے چلنے کی گونج اہل مدینہ کو سنائی دی، حضرت عائشہؓ نے فرمایا یہ گونج کیسی ہے؟ تو لوگوں نے آپؓ سے کہا کہ عبدالرحمٰن بن عوف کے اونٹ آئے ہیں اور وہ سات سو ہیں گیہوں، آٹا اور کھجوریں لادے ہوئے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف جنت میں گھٹے ہوئے جائیں گے۔ جب عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو اس کی خبر پہنچی تو انہوں نے حضرت عائشہؓ کے پاس جا کر کہا: اے امان جان! میں بے شک گواہی دیتا ہوں یہ اونٹ مع کل سامان واسباب اللہ کی راہ میں وقف ہیں۔

ان کے علاوہ بھی صحابہ کرامؓ کے ایثار اور باہمی ہمدردی اور امداد کے بے شمار واقعات ہیں جس میں انہوں نے انفرادی واجتماعی طور پر اپنے عطیات سے اسلامی ریاست کے معاشی نظام کو چلانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

۳۔ غربا کی معاشی مدد کے سلسلے میں آپ ﷺ کی سیرت طیبہ میں ایثار اور فیاضی کا پہلو

نبی کریم ﷺ کی فیاضی اا ور سخاوت آپؐ کی فطرت مطہرہ کا خاصہ تھی، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ ایک بدّو کے مانگنے پر آپ ﷺ بکریوں کا پورا ریوڑ اُسے عنایت فرمادیتے ہیں۔ اس طرح فیاضی کی مثالیں سیرتِ طیبہ میں ہمیں بے شمار ملیں گی۔ آپ ﷺ سخی ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت ہمدرد اور غم گسار تھے۔ آپ ﷺ نبوت سے پہلے بھی غریبوں اور مسکینوں کی معاشی امداد فرمایا کرتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ آپ کی ان ہی خصوصیات کو بیان فرماتی ہیں کہ جب آپ ﷺ پہلی وحی کے آنے سے گھبرا کر واپس گھر لوٹتے ہیں اور وہ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے ان پہلوؤں کا تذکرہ فرما کر آپ ﷺ کی تسلی فرماتی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی حضرت خدیجہؓ سب سے پہلے سیرت

طیبہ بیان فرمانے کا شرف حاصل کر لیتی ہیں، فرماتی ہیں:

كَلاَّ وَاللهِ مَا يُخْزِيْكَ اللهُ أَبَدًا إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِئُ الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ (۱۷۶)

خدا کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اخلاقِ فاضلہ کے مالک ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو کنبہ پرور ہیں، بے کسوں کا بوجھ اپنے سر پر رکھ لیتے ہیں، مفلسوں کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کماتے ہیں، مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور مشکل وقت میں امرِ حق کا ساتھ دیتے ہیں۔

ان الفاظ کو پڑھنے کے بعد یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبوت سے قبل ہی ان اوصافِ حمیدہ کے مالک تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کمائے ہوئے پیسوں سے بے کسوں کی مدد فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس غربا اور مسکینوں کی مدد اور بحالی کا وسیلہ اور ذریعہ تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان اوصاف کا تذکرہ ابوطالب نے اس شعر سے بھی ہوتا ہے، جو ان کے اس قصیدے سے ہیں جو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں بیان کیا۔ سیرت ابن ہشام میں یہ پورا قصیدہ نقل ہے۔ شعر کچھ یوں ہے:

وَأَبْيَض يُسْتَسْقى الْغَمَامُ لِوَجْهِه
ثِمَالُ الْيَتَامٰى، عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ

وہ گورے چہرے والے جن کے چہرے کے وسیلے سے بارش کی دعا کی جاتی ہے، جو کہ یتیموں کے نگہبان اور بیواؤں کے محافظ اور سرپرست ہیں۔ (۱۷۷)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ فطرتِ مطہرہ نبوّت کے بعد اور شدّت اختیار کرگئی، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسروں کی ضرورت اور حاجت روائی کرتے ہوئے فاقہ تک کرتے اور اس سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پورا گھرانہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ فاقہ کشی کرتا۔ اس سلسلے میں چند روایات درج ذیل ہیں۔

ابن سعد نے طبقات میں ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کی نقل کی ہے جس میں وہ راوی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فاقے سے متعلق بیان کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يجوع، قلت لأبي هريرة: وكيف ذلك الجوع؟ قال:

لِكثرة مَنْ يَغشاه وَ أضيافهُ، وقوم يلزمونه لذلك، فلا يأكل طعامًا أبدًا إلاّ ومعه أصحابه وأهل الحاجة يتتبعون من المسجد (۱۷۸)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر بھوکے رہا کرتے تھے۔راوی نے ابوھریرہؓ سے دریافت کیا: یہ بھوک کس وجہ سے ہوتی تھی؟ تو ابوھریرہؓ نے کہا کہ ان لوگوں کی کثرت سے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھیرے رہتے تھے اور مہمانوں کی وجہ سے اور اس قوم کی وجہ سے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہتی تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کوئی کھانا تناول نہیں فرماتے تھے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحابؓ اور اہل حاجت جو مسجد سے پیچھے پیچھے ہو لیتے تھے۔اپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ طعام میں شریک نہ ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ آب دیدہ ہوگئیں، جب لوگوں نے اُن سے ان کے رونے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے:

بلغني أن الرجل منكم يأكل من ألوان الطعام حتى يلتمس لذلك دواء يمرئه، فذكرت نبيكم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فذاك الذي أبكاني، خرج من الدنيا ولم يملأ بطنه في يوم من طعامين، كان إذا شبع من التمر لم يشبع من الخبز، وإذا شبع من الخبز لم يشبع من التمر، فذاك الذي أبكاني (۱۷۹)

مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم میں سے بعض لوگ قسم قسم کے کھانے کھاتے ہیں، پھر ایسی دوائیں تلاش کرتے ہیں جس سے کھانا ہضم ہو، اس پر مجھے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاد آ گئے اور اسی یاد نے مجھے رُلا دیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے اس حالت میں گئے کہ شکم مبارک ایک دن میں دو کھانوں سے نہیں بھرا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کھجور سے شکم سیر ہوتے تھے تو روٹی سے شکم سیر نہیں ہوتے تھے اور جب روٹی سے شکم سیر ہوتے تو کھجور سے شکم سیر نہیں ہوتے تھے،بس اسی بات نے مجھے رُلا دیا۔

ابوحازم سے مروی ہے وہ کہتے ہیں:

رَأَيتُ اَبَاهُرَيرَةَ يُشِيرُ بِإِصبَعِهِ مِرَارًا يقول: وَالَّذِیْ نَفْسُ اَبِی هُرَيرَةَ بِيَدِهِ مَا شَبِعَ نَبِیُّ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَ اَهلُهُ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ تِبَاعًا مِنْ خُبزِ حِنطَةٍ حَتّٰى فَارَقَ الدُّنيَا (۱۸۰)

ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابوھریرہؓ اپنی انگلیوں سے اشارے کرتے جا

رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں ابوھریرہ کی جان ہے نبی کریم ﷺ اور ان کے اہل خانہ نے کبھی بھی مسلسل تین دن گندم کی روٹی سے پیٹ نہیں بھر، ایہاں تک کہ آپ ﷺ دنیا سے رخصت ہوگئے۔

آپ ﷺ فاقہ تنگی معاش کی وجہ سے نہیں کرتے تھے، بل کہ نبی کریم ﷺ کے لیے اللہ تعالیٰ نے خمس مقرر فرمایا تھا جو کہ آپ ﷺ اور ان کے خاندان کے معاش کے لیے کافی تھا، لیکن آپ ﷺ نے اپنی فطرت مطہرہ اور رحمتِ خاص کی وجہ سے دنیا سے رخصت ہونے تک کبھی پیٹ بھر کر کھانا تناول نہیں فرمایا، بل کہ اپنے ساتھ طعام میں دوسرے لوگوں اور مسکینوں کو شریک فرماتے یا کسی ضرورت مند کو عنایت فرمادیتے۔ آپ ﷺ کے ساتھ پورا اہل بیت فاقہ کشی کی حالت میں کئی کئی دن گزارتا تھا۔

نبی کریم ﷺ نہ صرف دوسروں کی معاشی طور پر امداد فرمایا کرتے تھے، بل کہ اپنے صحابیوں کو بھی اس کی تلقین وترغیب فرمایا کرتے تھے۔ ہم نے اس سلسلے میں گزشتہ فصل میں احادیث اور اُن سے متعلق واقعات بھی ذکر کیے ہیں۔ ایک ایسا ہی واقعہ صحیحین میں ذکر ہوا ہے، جس میں آپ ﷺ اپنی اُمت کے چند لوگوں کی مفلسی اور غربت دیکھ کر اس قدر پریشان ہوئے کہ جب تک ان کی امداد نہیں کی گئی، آپ ﷺ چین سے نہیں بیٹھے۔ حضرت جریرؓ فرماتے ہیں:

> ہم ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ کچھ لوگ ننگے پاؤں اور ننگے جسم، دھاری دار چادریں پہنے اور تلواریں لٹکائے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ لوگ قبیلہ مضر سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے اس فقر وفاقے اور خستہ حالی کو دیکھ کر آپ ﷺ کا چہرہ متغیر ہوگیا اور پریشانی میں آپ ﷺ کبھی اندر تشریف لے جاتے اور کبھی باہر تشریف لے آتے۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم دیا۔ نماز کے بعد آپ ﷺ نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا۔ خطبے میں آپ ﷺ نے سورۃ النساء کی پہلی آیت پڑھی:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ① (۱۸۱)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک شخص سے پیدا کیا، یعنی اوّل اس کا جوڑا بنایا، پھر ان دونوں کی کثرت سے مرد وعورت پیدا کر کے روئے زمین پر پھیلا دیے اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے حقوق کا مطالبہ کرتے ہو اور قطع رحمی سے بچو، کچھ شک نہیں اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

پھر سورۂ حشر کی یہ تلاوت فرمائی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (۱۸۲)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور یہ اُس نفس (شخص) کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل (یعنی آخرت کے لیے) کیا سامان بھیجا ہے

یہ تلاوت فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو اپنے غریب، مفلس اور حاجت مند بھائیوں پر صدقے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا کہ ہر آدمی کو چاہیے کہ اگر اس کے پاس ایک ہی دینار ہو اور ایک ہی درہم ہو، ایک ہی کپڑا ہو، ایک صاع گندم ہی ہو یا ایک صاع کھجور ہو تو بھی اس میں سے صدقہ کرے، حتیٰ کہ اگر اس کے پاس ایک کھجور ہے تو کھجور کے ٹکڑے سے بھی اپنے بھائیوں کی مدد کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانا تھا کہ لوگ دوڑ کر گھروں کو گئے اور دھڑا دھڑ اپنی استطاعت کے مطابق سامان لانے لگے۔ تھوڑی دیر بعد ہی ہر طرف کھانے کے سامان اور کپڑوں کے ڈھیر لگ گئے اور اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے اس ہم دردی کے جذبے اور ایثار کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حد تک مسرت ہوئی جس کے متعلق راوی کے الفاظ ہیں:

رَأَيْتُ وَجْهَ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم يَتَهَلَّلُ كَأَنَّهُ مُذْهَبَةٌ (۱۸۳)

میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ انور خوشی سے یوں کھل اُٹھا جیسے وہ سونے کا چمکتا ہوا ٹکڑا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت وفیاضی کا مقابلہ کوئی کر ہی نہیں سکتا کہ خود تو فاقوں اور تنگی میں زندگی گزاریں اور لوگوں کو اس قدر عطا فرمائیں کہ اس کی مثال دنیا کے بڑے سے بڑے سخی کے ہاں نہ ملے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرورت مندوں کو خالی ہاتھ واپس نہیں فرماتے تھے اگر کاشانہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کچھ نہ ہوتا تو قرض لے کر اس کی مدد فرماتے۔ اس سے متعلق تو اتنے واقعات ہیں جن کا شمار نہیں

ہوسکتا۔ اسی طرح کا ایک واقعہ ترمذی نے شمائل محمدیہ ﷺ میں نقل کیا ہے۔ حضرت عمرؓ سے مروی ہے:

أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَسَأَلَهُ أَنْ يُعْطِيَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: مَاعِنْدِي شَيْءٌ وَلٰكِن ابْتَعْ عَلَيَّ فَإِذَاجَاءَنِي شَيْءٌ قَضَيْتُهُ، فَقَالَ عُمَرُ: يَارَسُوْلَ اللهِ ﷺ، قَدْ أَعْطَيْتَهُ فَمَا كَلَّفَكَ اللهُ مَالَاتَقْدِرُ عَلَيْهِ، فَكَرِهَ النَّبِيُّ ﷺ قَوْلَ عُمَرَ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: يَارَسُوْلَ اللهِ ﷺ، أَنْفِقْ وَلَا تَخَفْ مِنْ ذِي الْعَرْشِ إِقْلَالًا، فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَعُرِفَ فِي وَجْهِهِ الْبِشْرُ لِقَوْلِ الْأَنْصَارِيِّ، ثُمَّ قَالَ بِهٰذَا أُمِرْتُ (۱۸۴)

ایک مرتبہ ایک ضرورت مند خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے سوال کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس وقت تو میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ تم میرے نام سے خریدلو، جب کچھ آجائے گا تو میں ادا کردوں گا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ کے پاس جو کچھ تھا، آپ دے چکے ہیں، اور جو چیز آپ ﷺ کی قدرت میں نہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کا مکلّف آپؐ کو نہیں بنایا، نبی کریم ﷺ کو حضرت عمرؓ کی بات ناگوار گزری۔ آپ ﷺ کی ناگواری کو محسوس کرتے ہوئے ایک انصاری نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! آپ جس قدر چاہے خرچ فرماتے رہیں اور عرش کے مالک سے کمی کا اندیشہ نہ کیجیے۔ حضور اکرم ﷺ کو انصاری کا یہ کہنا بہت پسند آیا اور آپ ﷺ نے تبسّم فرمایا اور چہرہ انور سے خوشی چھلکنے لگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اسی چیز کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت ربیعہ بن کعبؓ سے متعلق ایک طویل حدیث مسند احمد میں منقول ہے۔ اس کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے:

ربیعہ بن کعب غیر شادی شدہ تھے۔ نبی کریم ﷺ نے اُن سے فرمایا کہ کیا تو شادی نہیں کرے گا؟ انہوں نے پہلے تو یہ کہا کہ میں نہیں چاہتا کہ کوئی مجھے آپ ﷺ کی خدمت سے غافل کرے۔ جب دو تین موقعوں پر آپ ﷺ کے پھر کیے گئے

استفسار پر انہوں نے جواب دیا کہ میرے پاس اتنی رقم نہیں کہ بیوی کا مہر ادا کر سکوں، ایسی صورت میں کون مجھے رشتہ دے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فلاں انصاری قبیلے کے پاس جاؤ اور انہیں کہو: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں حکم دیا ہے کہ مجھ سے اپنی لڑکی کا نکاح کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے اُن انصاری نے حضرت ربیعہ بن کعب کو اپنی بیٹی کا رشتہ دے دیا۔

حضرت ربیعہؓ بن کعب دوبارہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اب حق مہر کہاں سے دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بریدہ اسلمیؓ سے فرمایا کہ ربیعہ کے لیے ایک گٹھلی برابر سونے کا انتظام کرو۔ انہوں نے اس کا انتظام کر دیا جو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم مطابق اپنی بیوی کو بہ طور مہر ادا کر دیا۔ اب وہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اب ولیمہ کیسے کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر بریدہ اسلمیؓ سے فرمایا کہ ربیعہؓ کے لیے ایک مینڈھا لاؤ چناں چہ وہ ایک صحت مند مینڈھا لے آئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ربیعہؓ سے فرمایا: جاؤ عائشہؓ کے پاس اور ان سے کہو وہ تھیلی دے دیں جس میں غلہ رکھا ہوا ہے۔ چناں چہ وہ حضرت عائشہؓ کے پاس گئے۔ حضرت عائشہؓ نے انہیں وہ تھیلی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق عطا کی اور کہا اس میں نو صاع جَو ہے اور بہ خدا اس کے علاوہ ہمارے گھر میں کچھ نہیں، یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عطیے کے بعد خود کاشانۂ نبوت میں کھانے کو کچھ نہیں بچا تھا۔ چناں چہ سب نے مل کر اُن کے ساتھ ولیمے کی تیاری کی اور اس طرح سب کے ایثار اور تعاون سے ان کی شادی ہو پائی۔ (۱۸۵)

یہ واقعہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مثالی معاشرے کی خوب صورت تصویر پیش کرتا ہے کہ کس طرح ایک غریب صحابی کو ایک معزز انصار اپنے نبی کے حکم پر اپنی بیٹی کا رشتہ دے دیتا ہے اور ایک اور صحابی اپنے نبی کے حکم کی تعمیل میں اس کی امداد کرتے ہیں اور اس کے لیے مہر اور ولیمے کے کھانے کا انتظام کرتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت خاص اور فیاضی ملاحظہ فرمائے کہ ولیمے کی دعوت کے لیے اپنے گھر سے جَو عنایت فرماتے ہیں، اس طرح کہ خود اُن کے اور اُن کے عیال کے لیے کچھ نہیں بچتا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی امت سے محبت اور ہم دردی کی ایک اور مثال ملاحظہ کیجیے۔ حضرت

ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں:

إذا جاءہ رجل فقال: یا رسول اللّٰہ ﷺ هَلَكْتُ۔ قال: ما لك؟ قال: وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَتِي وَأَنَا صَائِمٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً تُعْتِقُهَا؟ قال: قال: فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ؟ قَالَ: لَا، فَقَالَ: فَهَلْ تَجِدُ إِطْعَامَ سِتِّينَ مِسْكِينًا؟ قَالَ لَا، قَالَ: فَمَكَثَ النَّبِيُّ ﷺ فَبَيْنَا نَحْنُ عَلَى ذَلِكَ أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِعَرَقٍ فِيهَا تَمْرٌ والعَرَقُ: الْمِكْتَلُ۔ قَالَ: أَيْنَ السَّائِلُ؟ فَقَالَ: أَنَا، قَالَ: خُذْ هَا فَتَصَدَّقْ بِهِ۔ فقال الرَّجُلُ: أَعَلَى أَفْقَرَ مِنِّي يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ؟ فَوَاللهِ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا۔ يُرِيدُ الحَرَّتَيْنِ أَهْلُ بَيْتٍ أَفْقَرُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي۔ فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى بَدَتْ أَنْيَابُهُ ثُمَّ قَالَ: أَطْعِمْهُ أَهْلَكَ (۱۸۶)

ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں تھے کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میں تو ہلاک ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا بات ہوئی؟ اس نے کہا: میں روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے ہم بستر ہوا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا تمہارے پاس غلام ہے جسے آزاد کر سکو اس نے عرض کیا نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم مسلسل دو مہینے روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے عرض کی کہ نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ اس نے کہا: یہ بھی نہیں کر سکتا۔ آپ ﷺ تھوڑی دیر کے لیے ٹھہر گئے۔ اتنی دیر میں آپ ﷺ کی خدمت میں ایک بڑا تھیلا پیش کیا گیا، جس میں کھجوریں تھیں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ سائل کہاں ہے؟ اس نے کہا میں حاضر ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے لے لو اور صدقہ کر دو۔ اس شخص نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنے سے زیادہ محتاج پر صدقہ کر دوں؟ بہ خدا ان دونوں پتھریلے میدانوں کے درمیان کوئی بھی گھرانہ میرے گھر سے زیادہ محتاج نہیں ہے۔ اس پر نبی کریم ﷺ اس طرح ہنس پڑے کہ آپ ﷺ کے آگے کے دانت دیکھے جا سکے۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اچھا جا اپنے گھر والوں ہی کو کھلا دے۔

آپ ﷺ کی سیرت مبارکہ سے لی گئی یہ چند مثالیں ہیں۔ اس طرح کے بے شمار واقعات

سیرتِ پاک میں موجود ہیں جن سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فیاضی، ہم دردی، دوسروں کی حاجت روائی کے جذبے کی انتہاؤں کا پتہ چلتا ہے۔

معاشرے کے کم زور و نادار فقرا و مساکین کی معاشی امداد اور حاجت روائی کی سنت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قائم فرمائی۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلفا سختی سے کاربند رہے۔ اسی سنت رسول کو اپنا کر ہم اپنا ویسا ہی مثالی معاشرہ قائم کر سکتے ہیں جو کہ ہماری اسلامی تاریخ کا سب سے سنہرے دور میں تھا۔

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِقطاع وعطایا کے معاشی پہلو اور اثرات پر ہم تفصیل سے بحث کر چکے ہیں۔ یہاں ہم مختصراً اُن اثرات کو نقاط کی صورت میں بیان کرتے ہیں۔

۱۔ بنجر اور افتادہ زمین کی آبادکاری سے وسائل معیشت میں اضافہ ہوا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو بنجر اور لاوارث وافتادہ زمینیں آبادکاری کی غرض سے اِقطاع فرمائی، جسے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے محنت ومشقت سے قابلِ کاشت بنایا، جس سے نہ صرف انہیں وسائل آمدن میسر آیا، بل کہ صدقات کی صورت میں ان زمینوں سے حاصل ہونے والی پیداوار دوسرے نادار اور غریب مسلمانوں کے معاش کا بھی معقول ذریعہ بنی اور یہ صدقات ان پر عائد زکوٰۃ یا عشر کے علاوہ ہوتے تھے۔

۲۔ ان زمینوں سے حاصل ہونے والا عشر/ٹیکس مسلمانوں کی فلاح وبہبود پر صرف ہوتا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو زمینیں اِقطاع فرمایا کرتے، اگر وہ آباد کرلی جاتی، یا انہیں کاشت کاری کے قابل بنالیا جاتا تو ایسی صوت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی پیداوار پر عُشر مقرر فرماتے، یعنی پیداوار کا دسواں حصہ بہ طور ٹیکس اُن سے لیا جاتا۔ عُشر بھی ایک طرح کی زکوٰۃ ہی ہے، اس لیے اسے بھی ان ہی غریبوں اور مسکینوں پر خرچ کیا جاتا، جنہیں اللہ تعالیٰ نے سورۃ توبہ میں فرمایا تھا۔ اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے:

إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ

وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ؀ (۱۸۷)

بے شک! یہ صدقات تو فقیروں اور مسکینوں کے لیے ہیں اور اُن کے عاملین پر جوان صدقات پر مقرر ہیں اور ان لوگوں پر جن کی تالیف قلبی مقصود ہو، نیز گردنیں چھڑانے، قرض داروں کی مدد کرنے اور راہِ خدا میں اور مسافروں کے لیے، یہ ایک فریضہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

۳۔ مفتوحہ اراضی سے حاصل ہونے والی غنیمت

مسلمانوں کی معاشی خوش حالی کا باعث بنی: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مفتوحہ اراضی کے علاوہ ان سے حاصل ہونے والی پیداوار کو بھی مسلمانوں میں تقسیم فرمادیتے۔ خیبر سے حاصل ہونے والی پیداوار کے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باقاعدہ حصے مقرر فرمائے تھے، جو انہیں سالانہ مہیا کیے جاتے اور یہ عطایا مسلمانوں کی سال بھر کی ضرورتوں کے لیے کافی ہوتے تھے، چناں چہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ خیبر کے بعد مسلمانوں کی معاشی حالت بہتر ہوگئی تھی۔

۴۔ بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آنے والے وفود کو دیے جانے والے عطایا سے ان کی مالی معاونت کی جاتی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں آنے والے تمام وفود کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خالی ہاتھ نہیں بھیجتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں استطاعت کے مطابق چاندی کے سکّوں کے ساتھ ساتھ دوسرے عطایا بھی عنایت فرماتے تھے اور عطیات وفد کے ہر فرد کے لیے الگ الگ عطا فرمایا کرتے۔

ان وفود میں اگر غریب اور نادار لوگ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوجاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ صرف خود ان کی مدد فرماتے، بل کہ دوسرے مسلمانوں کو بھی ان کی مدد کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔ قبیلہ مضر کی مثال ہمارے سامنے ہے، جس کی تفصیل ہم مذکورہ باب میں بیان کر چکے ہیں۔

حوالے

۱۔ عثمانی، محمد تقی۔ اسلام اور جدید اقتصادی مسائل۔ میمن اسلامک پبلی کیشنز کراچی، س ن: ص ۹، ۱۰

۲۔ ابن منظور۔ لسان العرب۔ دار المعارف القاہرہ، س ن: ج ۴، ص ۱۹۰۳ باب العین

۳۔ فیروز آبادی۔ القاموس المحیط۔ موسسۃ الرسالۃ لبنان، ۱۴۲۶ھ۔ ۲۰۰۵ء: ص ۵۹۹، باب الشین، فصل العین

۴۔ الاصفہانی۔ راغب، المفردات فی غریب القرآن۔ دار المعرفۃ، بیروت لبنان، کتاب العین: ص ۳۵۳

۵۔ ابن خلدون، عبدالرحمٰن۔ کتاب العبر ودیوان المبتدا والخبر فی تاریخ العرب والبربر ومن عاصرھم من ذوی الشان الاکبر، مقدمہ۔ دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت لبنان، ۱۴۳۱ھ۔ ۲۰۰۱ء: ص ۴۷۹

6. Zaman, S.S. Hasanuz, "Definitition of Islamic Ecnomics, Journal of Research in Islamic Ecnomics, Vol 1, No.20, Writer 1404H/1984 CE, The Center for Research in islamic Ecnomics King, Abdul Aziz University Jeddah, PP.51

7. Khan, M. Akram "Islamic Ecnimics: Nature and Need". Journal of Research in Islamic Ecnomics, Vol1, No.2, Writer 1404H/1984CE, The Center for Research in islamic Ecnomics, King Abdul Aziz University Jeddah, PP.55.

۸۔ الاعراف: ۱۰

۹۔ امینی، محمد تقی۔ اسلام کا زرعی نظام۔ مجلس نشریات اسلام، ناظم آباد کراچی، ۱۹۹۷ء: ص ۱۴۴

۱۰۔ کشمیری، انور شاہ۔ فیض الباری۔ دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان، ۲۰۰۵، الجزء الثالث، باب المساقاۃ، کتاب القطائع: ص ۵۶۷

۱۱۔ ابو یوسف۔ کتاب الخراج۔ دار المعرفۃ، بیروت لبنان، ۱۳۹۹ھ۔ ۱۹۷۹ء: ص ۶۱

۱۲۔ امینی، محمد تقی۔ اسلام کا زرعی نظام: ص ۱۱۶

۱۳۔ ایضاً: ص ۱۵۶

۱۴۔ ابی عبید، قاسم بن سلام۔ کتاب الاموال۔ دار الھدی النبوی مصر، ۱۴۲۸ھ۔ ۲۰۰۷ء، الجزء الاول: ص ۳۹۸

۱۵۔ امینی، محمد تقی۔ اسلام کا زرعی نظام: ص ۱۵۶